جلد 31 شمارہ 12 - ربیع الاوّل ۱۴۴۰ھ، دسمبر 2018ء

جاری کردہ

قائد اہلِ سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم مظہر شریعت وطریقت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

بانی تحریکِ خدامِ اہلِ سنت پاکستان

زیرِ نگرانی

جانشین قائد اہلِ سنت

حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ

امیر تحریکِ خدامِ اہلِ سنت پاکستان

فہرست مضامین

اھدنا الصراط المستقیم (اداریہ) امیر تحریک مدظلہ کے قلم سے

ریاستِ پاکستان، ریاستِ مدینہ کیسے بنے گی؟

حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ ☆

ماہنامہ حق چاریارؓ کے گزشتہ شمارہ میں ''ریاستِ مدینہ یا نظامِ خلافتِ راشدہ؟'' کے عنوان سے چند عرضداشت پیش کی گئیں تھیں۔ جن کا حاصل یہ تھا کہ ریاستِ مدینہ جیسی ریاست کا قیام نظامِ خلافت راشدہ کے تصور کے بغیر ناممکن ہے۔ اداریہ کے لیے اس عنوان کو اس لیے چنا گیا تھا کہ وطنِ عزیز ملکِ خداداد پاکستان میں قائم ہونے والی نئی حکومت (جو تبدیلی کا خوشنما نعرہ لے کر وجود میں آئی) کے سربراہ نے ریاستِ مدینہ کو اپنا رول ماڈل قرار دیا اور پاکستان کو ریاستِ مدینہ جیسی ریاست بنانے کے عزائم کا اظہار کیا۔ بلاشبہ یہ اعلان وعزائم خوش آئندہ ہیں اور بہرصورت سراہے جانے کے لائق، تاہم ریاستِ مدینہ کے خدوخال بھی پیشِ نظر رہنے چاہئیں۔ چنانچہ اس حوالہ سے حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے آخری خطبہَ حج کے موقع پر کیے جانے والے اعلانات بنیاد کے طور پر سامنے رہنے چاہئیں اور پارلیمنٹ کے باقاعدہ اجلاس میں ان کی تفاصیل زیر بحث لانے کے بعد سردست آئینی وقانونی شکل دے کر فی الفور نافذ العمل قرار دینا چاہیے۔ ملاحظہ فرمالیں:

۱۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ۔ اگر تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

۲۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے رہنا۔

۳۔ سود حرام ہے اور زمانہ جاہلیت کا سود معاف کیا جائے۔ نہ لیا جائے۔

۴۔ تم سب آدم کی اولاد ہو کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ایسے ہی نہ کسی عجمی کو عربی پر۔ اور نہ عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے۔

۵۔ ناحق قتل وغارت نہ ہو گی۔ خاندانی غرور آج سے ختم ہے۔

۶۔ غلاموں کے حقوق ہیں جو تم کھاؤ انہیں کھلاؤ۔ جو خود پہنو انہیں پہناؤ۔

☆ امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت، پاکستان 0543-543444

اطلاع ہے۔ جنوری 2019 سے سالانہ 350 روپے ہونگے

۷۔ ورثاء کے حقوق متعین ہیں۔ ایسے ہی پڑوسیوں اور باہم رشتوں کے بھی متعین ہیں۔

۸۔ زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔

۹۔ ہر ایک کی جان، مال اور عزت قابلِ احترام ہے۔

۱۰۔ مومن عزت والا اور گناہ گار ذلیل ہے۔

محترم قارئین! ہم نے قدرے اختصار کے ساتھ والیٔ مدینہ ﷺ کے بعض ارشادات و اقدامات نقل کیے ہیں۔ ہماری نئی حکومت کے وجود اور ریاستِ مدینہ کے قیام کے عزائم کا اظہار ہوئے کئی ماہ بیت چکے ہیں۔ لیکن کوئی عملی پیش رفت تا حال نظر نہ آسکی اور نہ آنحضرت ﷺ کے مذکورہ بالا ارشادات کی مناسبت سے کوئی اہداف طے کیے جاسکے۔ کیا ''ریاست مدینہ'' جیسے مبارک الفاظ دھوکہ یا سیاسی حربے کے طور پر سامنے لائے گئے تھے......؟ یا اسے بھی ہم ان یوٹرنز میں شمار کرلیں جو نپولین اور ہٹلر تو نہ لے سکے لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عظیم لیڈر وقتاً فوقتاً لیتے رہتے ہیں......؟

کیا ریاستِ مدینہ کی بنیاد جھوٹ پر رکھی جاسکتی ہے......؟

واضح رہے کہ ریاستِ مدینہ کی عملی شکل خلفاءِ راشدین کا تیس سالہ دورِ حکومت ہے۔ جن کا ہر ہر اقدام امت کے لیے ایسا ہی ہے جیسے خود نبی کریم ﷺ کی مبارک سنت۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین۔**

''تم پر لازم ہے میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت جو ہدایت یافتہ ہیں۔''

حضور انور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: **اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔**

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔''

محترم قارئین! وطنِ عزیز کی نئی حکومت نے جس ریاستِ مدینہ کو رول ماڈل قرار دیا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشادات کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کے بغیر کسی طور پر بھی ممکن نہیں۔ کیا ہمارے وزیر اعظم پارلیمنٹ میں کھڑے ہو کر اعلان کی حد تک ہی سہی، نظامِ خلافت راشدہ کو رول ماڈل قرار دیتے ہوئے خلفاء راشدین کے دور حکومت کو اپنا آئیڈیل قرار دے سکتے ہیں......؟

اگر نہیں تو ریاستِ مدینہ کے لفظوں کا خواب وسراب قوم کو کیوں دکھایا گیا......؟

ہم سمجھتے ہیں کہ وطنِ عزیز جن گھمبیر مسائل سے دوچار ہے۔ ان سے نکلنے اور قوم کو نکالنے کے لیے اسلامی نظام کا نفاذ ہی واحد علاج ہے۔ نظر بد دور اب تو عدلیہ تھوڑا سا پینے اور دم لگانے کا سامان پاس رکھنے کی رعایت بھی دے رہی ہے۔

کیا یہ ریاست مدینہ کی طرف سفر کا آغاز ہے یا پاکستان مے خانہ بننے جا رہا ہے......؟

اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو اپنے فرائضِ منصبی سمجھنے اور ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور باشندگانِ وطن کو بھی ملکی سالمیت اور دینِ اسلام کے لیے جذبہ واخلاص نصیب فرمائے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے غافل مسلمانو!
تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

عشق رسول ﷺ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ ختم المرسلین ﷺ سے عقیدت کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

خدا کی عبادت، رسول (ﷺ) کی اطاعت اور انگریز سے بغاوت، یہ میرا ایمان ہے اور رہے گا۔ خدا معبود ہے اور محمد رسول ﷺ محبوب اور انگریز مغضوب ہے۔

خدا کو جو جی چاہے کہو اس کا محاسبہ وہ خود کرے گا۔ مگر محمد ﷺ کے متعلق سوچ لینا یہ معاملہ عقل و خرد کا نہیں ہے۔ عشق کا ہے، عشق پر زور نہیں ہوتا نہ اپنے پر اختیار، یہ نہیں سوچا جائے گا کہ قانون کیا کہتا ہے پھر جو ہونا ہوگا ہو جائے گا اور جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

با خدا دیوانہ باش و با محمد ﷺ ہوشیار!

(بشکریہ ماہنامہ تبصرہ لاہور، امیر شریعت نمبر ۱۹۸۱ء)

فیوضاتِ مظہرؒ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی وایمانی صفات

قائد اہل سنت وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ☆

خطاب: مدنی مسجد چکوال ۱۲، ربیع الاوّل ۱۴۲۲ھ بمطابق ۵، جون ۲۰۰۱ء　ضبط وترتیب: ماسٹر منظور حسین

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیمo بسم اللہ الرحمن الرحیمo

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا o وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا o

''اے میرے نبی ﷺ بیشک ہم نے آپ کو بھیجا شاہد بنا کے، مبشر بنا کے، نذیر بنا کے، وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا اور روشن چراغ۔ (پ۲۲، سورۃ احزاب، چھٹا رکوع)

برادرانِ اہل سنت والجماعت! آج مدنی جامع مسجد میں سالانہ رحمۃ للعالمین ﷺ کانفرنس جاری ہے اس کا دوسرا اجلاس ہے۔ نبی کریم رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا بیان ہو، صورت کا بیان ہو معجزات کا بیان ہو، یہ اللہ کی عبادت ہے، آپ بیٹھیں، سنیں، بیٹھنے پر بھی ثواب ملے گا، سننے پر بھی ثواب ملے گا، سنانے پر بھی ثواب ملے گا۔

○...... ساری کائنات میں، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اتنا بلند مقام عطا فرمایا ہے کہ جس کا حضور ﷺ کے ساتھ تعلق ہو جائے اس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں، حضور ﷺ سب کے لیے رحمت ہیں، کافروں کے لیے بھی، منافقوں کے لیے بھی اور نافرمانوں کے لیے بھی، جس طرح یہ سورج سب کے لیے ہے، کوئی آنکھیں بند کرلے تو اس کے لیے اندھیرا ہے۔ اور جو آنکھیں کھول کر دیکھے تو اس کے لیے سورج کی روشنی صاف نظر آتی ہے، ہمارا عقیدہ ہے کہ فرش سے عرش تک ساری مخلوقات میں نبی کریم ﷺ سب سے افضل ہیں، سب سے اکمل، تو حضور ﷺ کیسے ہوں گے؟ سوچو، تصور کی بلندی سے، سارے فرشتے نوری، سارے پیغمبر معصوم، گناہوں سے پاک، گوناں گوں اللہ کی مخلوقات ہے، لیکن سب سے اونچا درجہ، بلند مقام حضور ﷺ کا ہے اور حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے، لوگوں نے دیکھا تو حضور ﷺ کیسے ہونگے؟

☆ بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان، خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

○ ...... حضور ﷺ کی صورت، پہلے لوگ صورت کو دیکھتے ہیں، پھر بھئی یہ کیسا ہے؟ کیا کام کرتا ہے؟ اس کے اخلاق کیسے ہیں؟ یہ بعد کی بات ہے، تو نبی کریم ﷺ کی صورت بھی اللہ تعالیٰ نے سب سے اعلیٰ بنائی ہے، اعلیٰ سے اعلیٰ، ایسی صورت اللہ نے کسی کو نہ پہلے دی، نہ آئندہ دے گا۔

○ ...... پھر حضور ﷺ کی صورت کو دیکھنے والے دو قسم کے لوگ تھے، ایک ایمان والے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، دوسرے منکرین، کفار، جنھوں نے ایمان کی آنکھوں سے حضور ﷺ کے جلوے دیکھے، رج رج کے دیکھے، انھوں نے جو کچھ دیکھا وہ آگے بیان کیا اور حدیث شریف و سیرت کی کتابوں میں، اب وہ حضور ﷺ کی صورت، سیرت ہمارے سامنے آگئی۔ دیکھنے والے کتنے خوش نصیب تھے، اور کتنے سچے اور دیانتدار تھے کہ جو کچھ دیکھا، ہو بہو وہ آگے پہنچا دیا۔ اس میں کچھ کمی بیشی نہیں کی، تو جتنی شانیں حضور ﷺ کی آپ سنیں گے، ساتھ ساتھ یہ بھی عقیدہ رکھیں کہ یہ ساری شانیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنکھوں سے دیکھیں اور انھوں نے آگے ہم تک پہنچائی ہیں۔

○ ...... اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا فرماتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ دس سال حضور ﷺ کے خادم رہے، جو ان کو فیض ملا وہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ، عنبر، کستوری، بڑی بڑی خوشبوئیں دیکھیں، سونگھیں، لیکن حضور ﷺ کی خوشبو سب سے اعلیٰ تھی، یہ خوشبو حضور ﷺ کے پسینہ مبارک کی تھی، کوئی شخص کتنا ہی نظافت پسند ہو، نہاتا دھوتا رہے، جب پسینہ آتا ہے تو اس میں بدبو ہی ہوتی ہے، لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ آپ کے پاک بدن سے جو پاک پسینہ نکلتا، تو وہ انتہائی خوشبودار ہوتا، اور حضور ﷺ کی پاک بیویاں، ازواجِ مطہراتؓ، امہات المؤمنین، جو گھروں میں رہتی تھیں وہ حضور ﷺ کے پاک بدن سے وہ پسینہ لے کر بوتل میں ڈال لیتی تھیں، اور مدینہ شریف کی مومن عورتیں، صحابی عورتیں آتی تھیں کہ ہمیں چند قطرے حضور ﷺ کی خوشبو کی دے دیں کہ ہم اپنی خوشبو میں ملائیں، ایسی خوشبو کبھی سونگھی نہیں، کبھی دیکھی نہیں۔

○ ...... نبی کریم ﷺ جب ہنستے تھے تو حضور ﷺ کے دانت مبارک سے ایک نور، ایک روشنی ایسی نکلتی تھی کہ دیوار بھی روشن ہو جاتی تھی، ایک صحابی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھو، ایسا معلوم ہوتا کہ سورج کی چمک ہے، سورج کا جلوہ حضور ﷺ کے چہرے پر ہے۔ تو اب ساتھ ہی سمجھو! کہ کتنی بلند شان ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کی کہ یہ سارے جلوے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے

اوران کے سینے بھی حضور ﷺ کے فیضان سے منور اور روشن ہو گئے۔

○...... ہمارا خون ناپاک، لگ جائے تو دھونا پڑتا ہے۔ لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ کا خون پاک اور خوشبودار، یہ خصوصیات ہیں، خون تو خون، حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی پاک ﷺ قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے جاتے تو جہاں حضور بول و براز کرتے، فضلا زمین نگل جاتی تھی، اور وہاں سے خوشبو مہکتی تھی، خوشبوئیں آتی تھیں، کیسی ذات پاک تھی؟

○...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں رات کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور آرام فرما رہے تھے، اِدھر چودھویں رات کا چاند بھی تھا، میں چاند کی طرف دیکھتا، اُدھر حضور ﷺ کے نورانی چہرے کی طرف دیکھتا، حضور ﷺ کا چہرہ چاند سے بھی زیادہ روشن تھا۔

○...... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، مومنوں کی ماں فرمانی ہیں کہ بعض دفعہ میں رات کو اپنے حجرے میں اندھیرے میں ہوتی تھی، آج جو روضہ ہے یہ حجرہ تھا، اور حضور ﷺ تشریف لاتے تو بعض دفعہ حضور ﷺ کے چہرے پر اتنا نور غالب ہوتا، اتنی اللہ کی تجلی غالب ہوتی تھی کہ حضور ﷺ داخل ہوتے، حجرہ روشن ہو جاتا، اتنی تیز روشنی پھیلتی کہ میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیتی تھی۔

○...... یہ صورت کے جلوے تھے اور سیرت کیا ہے؟ کہ حضور ﷺ کس طرح رہے؟ حضور ﷺ کا برتاؤ کیسے تھا؟ حضور ﷺ کا اٹھنا بیٹھنا، لوگوں سے باتیں کرنا، تبلیغ کرنا، جہاد کرنا، یہ سب حضور ﷺ کے حالات اور حضور ﷺ کی سیرت ہے اور یہ بھی سب سے اعلیٰ، سورۃ احزاب کی جو آیت میں نے پڑھی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی صفتیں بیان فرمائی ہیں "اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا" ہم نے آپ کو شاید بنا کے بھیجا شاہد کا معنیٰ کیا؟ شہادت حق دہندہ، اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر جو قرآن کی وحی نازل فرماتے تھے تو سب سے پہلے اللہ کی وحی کی شہادت حضور ﷺ اپنی پاک زبان سے دیتے تھے اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آج ہم بھی شہادت دیتے ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صحابہ رضی اللہ عنہم، حضور ﷺ کو دیکھ کر توحید و رسالت کی شہادت دیتے تھے ہم دیکھتے نہیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، دوسری صفت "وَّ مُبَشِّرًا"، خوشخبری، بشارت دینے والا، ساتھ ساتھ یہ سمجھو کہ کس کو خوشخبری جنت کی؟ ایمان والوں کو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس لیے بھیجا کہ میرے بندوں کو میری طرف

بلائیں، اللہ کہاں ہے؟ نظر آتا ہے؟ اللہ پاک نے اپنی سب صفتیں قرآنِ مجید میں بتائی ہیں " نحن اقرب الیہ من حبل الورید " کہ ہم انسان کی شاہ رگ سے بھی قریب ہیں، اتنا انسان خود اپنے نزدیک نہیں، جتنا رب نزدیک ہے۔ لیکن نظر نہیں آتا۔ اس کی اپنی شان ہے۔ وہ دور نہیں تم دور ہو۔ تم بت پرستی کرتے ہو، ظلم کرتے ہو آؤ اپنے رب کی طرف جھک جاؤ۔ نبی کریم ﷺ نے توحید سنائی " لا الہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ " کہ عبادت کے لائق تو وہ ہے جو پیدا کرنے والا ہے، جو روزی دینے والا ہے، اور کوئی نہیں، تو سب دشمن بن گئے، لیکن حضور ﷺ بلاتے ہی رہے۔

○...... اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو ایمان لے آئے اپنے ایمان میں اتنے کامل اور پکے تھے کہ اگر عورت مسلمان ہوگئی تو اس نے خاوند کی، بچوں کی کوئی پرواہ نہیں کی، خاوند مسلمان ہوگیا تو نے بیوی بچوں کی کوئی پرواہ نہیں کی ہم تو دیکھتے ہیں ناں، کہ اِدھر نفع ہے یا اُدھر نفع ہے، اِدھر ملے تو اِدھر ہوگئے، اُدھر نفع ملا تو اُدھر ہوگئے، کھرّا سنی بنو، وفادار، پکے سنی بنو، مذہب اہلسنت والجماعت برحق ہے۔

○...... اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو کیا فرمایا؟ سراجِ منیر، یہ ظاہری سورج جو ہے یہ "سراجاً وھاجا" ہے اس سے ظاہری اندھیرا دور ہوتا ہے اور حضور ﷺ آفتابِ رسالت ہیں آپ سے دلوں کے اندھیرے دور ہوتے ہیں سبحان اللہ! تو آفتابِ رسالت ﷺ کے فیضان سے لاکھوں ہدایت کے ستارے، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیار ہوئے، سارے شاگرد پاس، سارے مریض، شفایاب۔ جس کو صحابی مان لو، اس کو جنتی مان لو۔ یہ حضور ﷺ کی شان ہے ناں؟ جس کو صحابی مان لو، کہ انھوں نے ایمان کی آنکھوں سے حضور کے جلوے دیکھے اور حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ کے بیعت ہوئے، وہ سارے جنتی، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعد کے اولیاء اللہ اگر سو سال بھی، صحیح عبادت ریاضت، شریعت کے مطابق کرتے رہیں، تو اس صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے، کہ جن کو تھوڑی دیر حضور ﷺ کے جلوے ایمان کی نگاہ سے نصیب ہوئے، کتنی شان ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کی؟ چھوٹے صحابیؓ کو تو ہم نہیں جانتے کون ہیں۔

لیکن سارے صحابہ میں سے بڑے افضل البشر بعد الانبیاء، انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد، ساری امتوں میں، سارے بنی آدم میں، افضل جو ہیں، وہ ہیں پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، وہ سینہ سب سے کشادہ، وہ قلب سب سے صاف، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی

دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدیق وہ ہے کہ جو حضور ﷺ کے قلب مبارک پر فیض آئے تو وہ عکس کے طور پر صدیق کے قلب میں اتر جائے، اندازہ فرمائیں؟ ستارے، سراجاً منیرا، کوئی چھوٹا تارا کوئی بڑا تارا، صحابہ کے درجے ہیں ناں، لیکن سب سے اعلیٰ سب سے افضل، افضل الخلفاء صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ آپ کے بعد فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا قلب مبارک ہے، حضور کے فیضان کو اخذ کرنے والا، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد ساری امتوں میں سے افضل فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ۔ ان کے بعد ساری امتوں میں سے افضل حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، ان کے بعد ساری امتوں میں سے افضل چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، یہ خلافت راشدہ، دراصل حضور ﷺ کے فیضان کا نام ہے۔ نبوت ختم، اب کوئی نبی نہیں آئے گا، کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ حضور ﷺ نے جو جلوے پھیلائے، سنت اور شریعت کا نور پھیلایا، کفر وشرک کے نشانات مٹائے تو حضور ﷺ کے بعد یہ چار خلفائے راشدین آپ کے خاص کر وارث ہیں، کسی صحابی کی بے ادبی، گستاخی نہیں کرنی، کسی پر تنقید جرح نہیں کرنی، اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہی خصوصیت ہے۔

○ ......جن کو ہم خلفاے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مانتے ہیں وہ کون تھے؟ یہ عام میں عرض کرتا ہوں، تا کہ یہ باتیں دل میں جم جائیں کہ وہ وہ ہیں کہ ابھی زندہ تھے، سالہا سال زندہ رہے، لیکن اللہ پاک نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے قرآنِ مجید میں یہ اعلان فرما دیا'' رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ '' اللہ اُن سے راضی وہ اللہ سے راضی۔ یہ معمولی بات نہیں۔ جو دلوں کا حال جانتا ہے، جو آئندہ کا حال جانتا ہے سالہا سال بعد اُن کی وفات ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے فرماتے ہیں کہ یہ مجھ سے راضی میں اُن سے راضی، یہ حضور ﷺ کا فیض ہے ناں؟ حضور ﷺ کے جلوے ہیں۔

○ ......اور ایک خاص بات! کہ وہ صرف جنتی نہیں، یہ عقیدہ سمجھو، ایک ہوتا ہے کہ صرف جنتی ہونا۔ ایک ہے کہ ان کو جنتی مانو گے تو پھر تمہیں جنت ملے گی، گیارہواں پارہ سورۃ توبہ ''وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ '' یہ سمجھو! پہلا طبقہ مہاجرین صحابہ کا، جنھوں نے وطن چھوڑا، یہ سارے جنتی۔ یعنی مہاجرین صحابی سارے جنتی، دوسرا طبقہ، انصارِ مدینہ کا، جنھوں نے وطن نہیں چھوڑا، مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ جنھوں نے حضور ﷺ کی اور مہاجرین صحابہ کی مدد کی، یہ بھی سارے جنتی، اگلی بات سمجھو'' وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ '' اور پھر وہ جنتی ہوں گے جو ان

مہاجرین و انصار صحابہ کی اچھے طریقے سے پیروی کریں گے۔ یہ عجیب شان ہے۔ سمجھو پھر سمجھو! اس وقت سے لے کر قیامت تک آنے والوں کے لیے اللہ پاک نے شرط لگا دی، سبحان اللہ، قرآنِ مجید ہے، اچھی طرح سمجھو، سمجھاؤ! کہ مہاجرین صحابہ جنتی، انصار صحابہ جنتی، پھر کون جنتی؟ والذین اتبعوھم باحسان، جو ان مہاجرین و انصار کی پیروی اچھے طریقے سے کریں گے۔ جو مہاجرین، انصار کا انکار کریں وہ بھی جنتی؟ نہیں۔ جو تنقید اور اعتراض کریں وہ بھی جنتی؟ نہیں۔ وہ جنتی ہیں کہ جو ان کو قطعی جنتی مانیں۔ اللہ ان سے راضی ہے مانیں، اور اُن کے پیچھے چلنے کی کوشش کریں، وہ ان شاء اللہ، اللہ کی طرف سے جنتی بن جائیں گے، اللہ ہمیں بھی جنتی بنائے۔ آمین۔ یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

○ ...... اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان والوں کے لیے قسم کھا کے فرمایا میں راضی ہو گیا۔ یہ حضور ﷺ کی سیرت کے جلوے ہیں، حضور ﷺ کے فیضان کا عکس ہے، حضور ﷺ کی دعاؤں سے حضور ﷺ کے طفیل۔ بھئی! حضور ﷺ کے ساتھ نہ جڑتے تو پھر یہ درجے ملتے؟ ابولہب، ابوجہل، عتبہ، شیبہ کو کیوں نہیں ملا، وہ منکر کافر ہوئے۔ اور بلال رضی اللہ عنہ حبشی بازی لے گیا۔

○ ...... چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ہجرت کے چھٹے سال، حدیبیہ کے مقام پر، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے بیعت کرتے ہیں، اب بیعت کیا تھی؟ حضور ﷺ کے حکم سے جان حاضر۔ چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، باری باری حضور ﷺ کے دست مبارک میں ہاتھ دیں، سبحان اللہ! حضور ﷺ کا نورانی ہاتھ۔ تصور کیا کرو ناں، محبت سے غور وفکر کیا کرو، کہ وہ کیسے خوش نصیب ہیں کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے نورانی ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کر رہے ہیں کہ یا رسول اللہ! ہماری جان حاضر ہے۔ اللہ پاک نے آیت نازل فرمائی، قسم کھائی ”لقد رضی اللہ“ بیشک، تحقیق، اللہ راضی ہو گیا ”عن المؤمنین“ اُن ایمان والوں سے، جو ایک درخت کے نیچے آپ ﷺ سے بیعت ہو رہے تھے۔ یہ کیوں فرمایا؟ تا کہ لوگ سمجھیں کہ صحابہ کی یہ شان ہے۔ ”فعلم ما فی قلوبھم“ کیوں راضی ہوا؟ کہ اُن کے دلوں کا حال جانا، کہ دل سے وہ بیعت ہو رہے تھے، پھر ان چودہ سو میں چار یارؓ بھی ہیں، تین نے تو بیعت کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غائبانہ بیعت حضور ﷺ نے فرمائی۔ سبحان اللہ! یہ جزوی فضیلت ہے۔ اللہ اُن کو ہدایت دے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ پر جرح تنقید کرتے ہیں۔ بھئی! تم کون ہو؟ یہ تو وہ ہیں کہ جن سے اللہ نے راضی ہونے کا اعلان کردیا۔ بھائی! ان چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تین جو خلفاء ہیں انھوں نے تو بیعت کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کس طرح ہوئی؟ سبحان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ مکے میں ہیں وہ آنہیں سکتے۔ اپنے دونوں ہاتھ نکالے، فرمایا یہ میرا ہاتھ اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے، اتنی بات آدمی مان لے تو آدمی تصور بھی نہیں کرسکتا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نعوذ باللہ ایک حرف بھی خلاف لکھے، استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ، مودودی صاحب کی ''خلافت وملوکیت'' دیکھ لو۔ بھائی! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ جو عرشوں سے ہو کے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ میرا ہاتھ اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے، دونوں ہاتھوں کو ملا کر فرمایا، میں نے غائبانہ عثمان رضی اللہ عنہ کو بیعت کرلیا۔ بھئی! پھر بھی کوئی اعتراض باقی رہتا ہے؟ اور جو میں بتانا چاہا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سمیت، اس بیعت رضوان والوں کے لیے اللہ نے قسم کھا کے فرمایا کہ میں راضی ہوں، ان میں سے چار خلفائے راشدین بنے، کہ جن پر اللہ اب راضی ہوا۔ ہمیشہ کے لیے راضی ہوگیا۔ تو یہ ہماری دلیل ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، اُن کی خلافت پر اللہ راضی، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ان کی خلافت پر اللہ راضی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، اللہ اُن کی خلافت پر راضی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، اللہ اُن کی خلافت پر راضی، کیونکہ یہ چار اُن چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان سے راضی ہوں، بھئی سمجھو ناں! بھئی اب بھی کسی کو ان پر اعتراض کا موقع مل سکتا ہے؟

○...... حدیبیہ کے مقام پر کنویں کا پانی ختم ہوگیا، صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ پانی ختم ہوگیا۔ حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بڑا برتن لاؤ اور پانی کے چند قطرے نچوڑ کے بھئی لے آؤ۔ برتن لایا گیا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمت کی انگلیاں اس میں رکھیں، پانی کے چشمے جاری ہوگئے، فرمایا۔ پیئو اور پلاؤ۔ سب سیر ہوگئے۔ ہاتھ نکالے چشمہ خشک، یہ معجزہ ہے، کس کے لیے ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے۔ یہ جو پانی صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیا، نہ بارش کا، نہ کنویں کا، نہ چشمے کا، یہ رحمۃ للعالمین کی رحمت کی انگلیوں کا۔ انھوں نے جان دینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں رکھی تھیں، اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنہی رحمت کی انگلیوں میں سے اُن کو پانی پلایا سبحان اللہ۔ پتھروں سے چشمے جاری ہوتے لوگوں نے دیکھے، انگلیوں سے جاری چشمے کسی نے نہیں دیکھے، سوائے اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے؟

○ ...... پہلے حضور ﷺ کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر وعظ فرماتے تھے، اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا عاشق محب تو کوئی نہیں تھا، عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اجازت دیں تو آپ کے بیٹھنے کے لیے ہم جگہ بنائیں۔ ممبر بنا، پہلے جمعہ پر حضور ﷺ اپنے حجرے سے تشریف لے آئے ممبر پر قدم رکھا، تو کھجور کے تنے سے رونے کی آواز، ایسے آئی جیسے بچہ روتا ہے، ستون دیکھنے میں لکڑی تھی، حضور ﷺ سمجھ گئے کہ یہ میری جدائی سے رویا ہے، جا کے سینے سے لگایا، اس طرح چپ کر گیا جس طرح ماں کی گود میں بچہ چپ کر جاتا ہے، آپ نے فرمایا اے ستون، اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کروں، تجھ پر تازہ کھجوریں، اعلیٰ سے اعلیٰ لگ جائیں، قیامت تک وہ کھجوریں ختم نہ ہوں؟ تنے سے آواز آئی، حضور میں کھجور کا درخت نہیں بننا چاہتا، میں تو جنت میں آپ کا ساتھ چاہتا ہوں، یہ مکالمہ کس نے سنا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے۔ حضور ﷺ نے اُس کو ممبر کے نیچے دفن کرا دیا۔ اب قیامت میں وہ جنت میں ہوگا، ایک مسئلہ یہ نکلا، اللہ نے اس کھجور کے ستون سے یہ سمجھایا کہ سب سے بڑی نعمت، حضور ﷺ کا صحابی ہونا ہے، حضور ﷺ کا ساتھ ہونا ہے۔ سب سے بڑی نعمت کیا ہے؟ صحابہ حضور ﷺ کے ساتھی تھے ناں؟ وہ بھی ساتھی بننا چاہتا تھا، بن گیا۔

○ ...... سارے انسان بدل سکتے ہیں، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں بدل سکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں تم سے راضی ہوں، اور تم مجھ سے راضی ہو۔ بھئی اگر احتمال ہوتا کہ وہ بدل جائیں گے، تو پھر نہ قرآن پر اعتماد، نہ حدیث پر؟ جس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، اُن کی شان میں آیتیں نازل ہوئیں، بات جو میں اب عرض کرنا چاہتا ہوں، محمد رسول اللہ والذین معہ آیتیں ساری نازل ہوئی ناں؟ یعنی قرآنِ مجید گواہ ہے کہ حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی حضور کے فیضان سے صفتیں ہیں، یہ تو ہے ناں؟ لیکن فرمایا: " ذالك مثلهم فى التورٰة ومثلهم فى الانجيل " یہ یہ صفتیں جواب حضور ﷺ کے فیضان سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود ہیں۔ اب دوسری بات ہے کہ یہ صفتیں اللہ نے دی ہیں، یہ تو پیدا ہی نہیں ہوئے تھے، کہ ان سے صدیوں پہلے انجیل نازل ہوئی، اس سے پہلے تورات نازل ہوئی۔ یہی صفتیں ان کی ہم نے توراۃ، انجیل میں ذکر کر دی تھیں۔ عجیب بات ہے۔ سارے سمجھے ہو کہ نہیں؟ بھئی! سمجھو! پیدا نہیں ہوئے۔ پیدا صدیوں بعد ہوئے، جو اللہ نے ان میں صفتیں پیدا کرنی تھیں، وہ پہلے اعلان کر دیا، کہ اے تورات والو! تم بھی یہ حضور ﷺ کے صحابہ کی صفتیں مانو، انجیل والو تم بھی مانو اور قرآن والو تم بھی قیامت تک مانو۔ اب یہ احتمال ہی نہیں ہوسکتا

کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بدل جائیں۔ بدلے کہاں، وہ تو پیدا نہیں ہوئے اللہ نے ان کی صفتیں بیان کردیں، ایک نہیں سینکڑوں آیتیں ہیں اور یہ سب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے۔

○......اللہ کے بندو! اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کامل جماعت تیار نہ ہوتی، تو ہمیں کیا ملتا؟ ''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ'' (آل عمران: ۱۱۰) عجیب آیت ہے۔ ''تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی جماعت ہو، کہ اللہ نے تمھیں لوگوں کی ہدایت کے لیے میدان میں کھڑا کیا ہے۔ بھئی! پہلے جماعت تیار ہوگی، تو پھر وہ دنیا کی پیشوائی، امامت کرے گی۔ تو گویا ایک لاکھ چوبیس ہزار یا زیادہ تعداد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی، اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے کامل ایمان والی تیار کی، تاکہ دنیا میں پھیل جائیں اور اُن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت کا نور سب طرف پھیل جائے، یہ کابل قندھار حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتح ہوا، غالباً ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کے وہاں مزار ہیں، کہاں مکہ کہاں مدینہ کہاں کابل؟ اللہ کی مدد۔

○......افریقہ میں ایک علاقہ صحابہ فتح کر کے آتے پیچھے پھر بغاوت پھیل جاتی، وحشی لوگ تھے، اب تجویز یہ ہوئی کہ یہاں چھاؤنی قائم کی جائے، جہاں چھاؤنی کی تجویز ہوئی وہاں جنگل بیابان تھا، سپہ سالار حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، وہ ٹیلے پر چڑھ گئے، فرمایا اے شیرو، اے چیتو، اے سانپو! نکل جاؤ، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ہم نے یہاں چھاؤنی بنانی ہے۔ اب تاریخ گواہ ہے کہ ان کی آواز اللہ نے ان جانوروں کو سنائی۔ اب سارے جانور اپنے اپنے بچوں کو اٹھا کر خود نکل رہے ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے سارا جنگل خالی ہوگیا اور وہاں اسلامی چھاؤنی بن گئی۔ اللہ کے بن گئے ناں؟

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، ایک دفعہ لشکر سے پیچھے اکیلے رہ گئے، لشکر چلا گیا۔ اتنے میں دیکھتے ہیں کہ ایک شیر آیا، شیر نے دُم ہلائی، اور پیٹھ بچھادی، آپ سوار ہوگئے اور شیر چھلانگیں لگاتا ہوا لشکر میں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ سبحان اللہ! جانوروں کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ شعور عطا فرمایا تھا کہ یہ اصحابِ رسول ہیں یہ تمہارے لیے بھی رحمت ہیں، یہ سب حضور کی شان ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اسی عقیدے پر قائم دائم رکھے، اللہ تعالیٰ فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

اهدنا الصراط المستقيم، اهدنا الصراط المستقيم، اهدنا الصراط المستقيم

صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم بجاه النبى الكريم صلی اللہ علیہ وسلم

چراغ ہدایت

ارشادات و کمالات

عنوان و ترتیب	ماخوذ از مکتوبات
حضرت مولانا رشید الدین حمیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ہر قسم کے کمالات انسانیہ میں پانچ مقامات پیش آتے ہیں

آپ نے لکھا ہے کہ ذکر قلبی میں طبیعت گھبراتی ہے اور دنیا بھر کے فاسد خیالات دل میں پیدا ہونے لگتے ہیں۔ محترم! یہ جو طبیعت بشری ہے۔ جو کام بھی ابتداء میں کیا جاتا ہے، طبیعت اس سے گھبراتی ہے، خصوصاً جو کام اصلاح کا ہو اور شیطان کی خواہشات کے خلاف ہو، اس سے طبیعت کا گھبرانا اور نفس پر بوجھ کا پڑنا ضروری ہوتا ہے۔ مگر استقلال اور مداومت سے آہستہ آہستہ اس میں آسانی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ اس لیے طبیعت پر زور ڈالیے اور دل لگا کر مداومت کیجیے بچہ کو مکتب میں داخل کیا جاتا ہے۔ اور الف، باء پڑھایا جاتا ہے تو اس کی طبیعت اس سے کس قدر الجھتی ہے اور بچہ کس قدر گھبراتا ہے۔ مگر زور ڈالنے سے رفتہ رفتہ خوگر ہو جاتا ہے۔ پہلا مرتبہ وَالنّٰزِعَاتِ غَرْقًا کا، دوسرا مرتبہ وَالنّٰشِطَاتِ نَشْطًا کا ہے۔ اسی میں اس کو نشاط حاصل ہونے لگتا ہے۔ پھر اس کام میں اس کو روانی حاصل ہونے لگتی ہے۔ جس کو تیسرا درجہ وَالسّٰبِحَاتِ سَبْحًا سے ذکر کیا گیا۔ پھر وہ تیز رو ہو جاتا ہے۔ اور دوڑ لگاتا ہوا دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے جس کو وَالسّٰبِقَاتِ سَبْقًا میں ذکر کیا گیا ہے۔ پھر وہ اس قدر مشاق ہو جاتا ہے کہ دوسروں کی رہنمائی کرنے لگتے ہے جو کہ پانچواں درجہ ہے جس کو وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا میں ذکر کیا گیا ہے۔ ہر قسم کے کمالات انسانیہ میں خواہ دینوی ہوں یا دینی یہ پانچوں مقامات پیش آتے ہیں۔ بشرطیکہ آدمی جما رہے۔ گھبرا کر چھوڑ نہ بیٹھے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۲۱۳)

چراغ صبح پیری میں وہ لیں حسرت کے خمیازے جو کھوئے

خواب غفلت میں شب قدر جوانی میں

محترما! یہ دنیا چند روزہ ہے۔ اس کے لمحات ضائع نہ فرمایئے۔ عمر عزیز کا ہر حصہ جوہر گراں مایہ ہے۔ اس کو غفلت اور کسل مندی میں ضائع کرنا انتہائی خسارہ ہے۔ اس کو ذکر و فکر اور ایسے علوم و فنون اور اعمال میں صرف کیجیے۔ جو کہ بوقت نزع اور اس کے مابعد کام آئیں۔ آخرت کے لیے تیار رہیے تاکہ کف افسوس نہ ملنا پڑے۔ یہ جوانی اور قوت کا زمانہ مردانہ وار کوششوں سے مزین کیجیے۔ علم نافع، عمل صالح اور اتباع سنت سے منور فرمایئے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲، ص ۲۱۴)

شیخ الاسلام کی تصویر اخبارات میں

والا نامہ مع کٹنگ پہنچا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ میں نے خود اپنے علم و ارادے سے کبھی فوٹو نہیں کھنچوایا۔ میری لاعلمی میں ایسا ہو جاتا ہے اور نہ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۲، ص ۲۱۴)

دو مثل میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں

سوال: ظہر کی جو نماز صاحبین رحمہما اللہ کے مفتی بہ مذہب کے خلاف دوسری مثل میں پڑھی گئی اس کا اعادہ تو نہیں ہوگا؟

جواب: احتیاطاً پہلی مثل میں نماز ظہر ادا کرنا چاہیے۔ جو نمازیں دوسری مثل میں ادا ہوئی ہیں ان کی قضا کرنے کی ضرورت نہیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۲، ص ۲۱۷)

تجدید نکاح کی ضرورت نہیں

سوال: کافر مرد و عورت مسلمان ہوئے تو کیا تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی؟

جواب: اس صورت میں پہلا نکاح کافی ہے۔ تجدید کی ضرورت نہیں ہے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۲، ص ۲۱۸)

مولوی محمد امین مرحوم کا عنفوان شباب میں انتقال اور والدین کا صبر وضبط

مولانا احمد حسین لاہر پوری کے صاحبزادے مولوی محمد امین مرحوم کا انتقال بیس سال کی عمر میں اکتوبر ۱۹۴۶ء میں ہوا پورے خاندان میں صرف ایک ہی لڑکا تھا۔ اس کی موت سے گویا پورے خاندان کا چراغ گل ہوگیا۔ حضرت مدنی کا تصرف باطنی تھا کہ محمد امین مرحوم نے تین بار اللہ اللہ کہا اور پھر ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کرلیں۔ خاندان میں کہرام مچ گیا۔ مگر والدین ایسے صابر وشاکر رہے کہ گویا کوئی حادثہ ہی نہیں ہوا۔ والدہ امین مرحوم نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ بار الہا! یہ تیری امانت بیس سال سے میرے پاس تھی۔ اگر اس میں میری طرف سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو معاف فرما دے۔ اور پھر قرآنِ مجید کی تلاوت میں مشغول ہوگئیں۔ یہ ہے بزرگوں سے تعلق رکھنے کا ثمرہ اور ماضی کی صحیح یادگار اور لائق تقلید کارنامہ حضرت مدنی قدس سرہٗ نے محض تعزیتی خط پر ہی اکتفاء نہیں کیا۔ بلکہ بہ نفس نفیس لاہر پور تشریف لے جا کر تقریباً پون گھنٹہ صبر وشکر کے سلسلہ میں تقریر فرمائی۔ (حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۲، ص ۲۲۰)

اہلیہ محترمہ مولانا احمد حسین صاحب لاہر پوری

مخدومہ محترمہ دام مجدہا۔ سلام مسنون۔ والا نامہ پہنچا۔ احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ میں نے آپ کو لاہر پور حاضری کے وقت بہت سمجھایا تھا۔ مگر آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ مرحوم محمد امین کے غم میں ابھی تک آپ کی وہی کیفیت ہے۔ آپ کو چاہیے کہ عمر کا بقیہ حصہ خدا کی یاد میں صرف فرمائیں۔ اس کی یاد اور اس کی محبت دین اور دنیا دونوں جگہ میں سکون قلب کا باعث ہے۔ فانی سے اس قدر دل گیری کہ جس سے باقی سے غفلت ہونے لگے نقصان کا باعث ہے۔ مرضی مولا از ہمہ اولیٰ کو پیش نظر رکھئے۔ مرحوم کی یاد صرف اتنی رکھئے کہ ان کے واسطے جہاں تک ہوسکے، ایصال ثواب ہوتا رہے۔ ایصال ثواب ایسی چیز ہے کہ اس سے دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور غم والم ایسی چیز ہے کہ اس سے دونوں کو کچھ فائدہ نہیں، بلکہ اپنی زندگی اور صحت خراب ہوتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ آپ اس کا خیال رکھیں گی۔ اور اپنا عزیز وقت خدا کی یاد میں صرف کریں گی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مرضیات پر چلائے۔ اور صبر و برداشت کی طاقت عطا فرمائے۔ آمین

(مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۲، ص ۲۴۰)

ابطالِ باطل

قسط ۶۰

ماہ نامہ ''افکارِ العارف لاہور'' کے جواب میں

تلبیسات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

حالانکہ خود کو مومن بالقرآن ثابت کرنے کے لیے علماء امامیہ ہر ممکنہ جتن کرتے آئے ہیں۔ مگر جب تک چوہا کنویں میں موجود ہے، پانی کے سات کی بجائے ستر ڈول بھی نکال لیں تو کنواں ناپاک ہی رہے گا۔

نوٹ: سات ڈول نکالنے کا مسئلہ یہاں شیعہ فقہ کے مطابق لکھا گیا ہے، یعنی اگر چوہا کنویں میں گر کر مر جائے مگر وہ پھول یا پھٹ نہ گیا ہو تو تین عدد ڈول پانی کے، اور اگر پھٹ گیا ہو تو سات عدد پانی کے ڈول نکالنا ''احکام چاہ'' میں سے ہے۔ (تحفۃ العوام صفحہ ۳۸، کتب خانہ اثنا عشریہ لاہور، دسمبر ۱۹۶۸ء، تصحیح شدہ مولانا اختر عباس صاحب، شیخ الجامعۃ المنتظر، لاہور)

تو علماء شیعہ ڈول پر ڈول پانی کا کھینچتے چلے جا رہے ہیں، مگر مُردار جُوں کا توں کنویں میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر ہم نے گزشتہ شمارہ میں بالفاظِ دعوی لکھا تھا کہ ہمارے مخاطب موصوف دبے لفظوں سے اتنا ہی لکھ دیں کہ تحریف قرآن مجید کا قائل دائرہ اسلام سے خارج ہے تو ہم اپنے موقف پر نظر ثانی کرنے کو تیار ہیں۔ مگر یہ کام ان کے لیے ناممکنات میں سے ہے۔ حالانکہ ان کے بعض علماء اپنے پیش رُو مجتہدین و محدثین اور مؤرخین و مفسرین کو جاہل، نادان، کم علم علماء وغیرہ وغیرہ کے خطابات دے چکے ہیں، چنانچہ سید علی شرف الدین الموسوی علی آبادی رقمطراز ہیں:

''مکتب تشیع کے پیروکاروں پر ناعاقبت اندیش اور متعصب افراد یہ الزام لگاتے ہیں کہ معاذ اللہ شیعہ حضرات تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ حقیقتاً ایسے افراد امت مسلمہ کے مختلف فرقوں کے درمیان نفرت اور عداوت کی آگ بھڑکا کر مسلمانوں کے دشمن اپنے صیہونی اور عیسائی آقاؤں کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ ورنہ حقیقتاً مکتب تشیع کے پیروکار بھی اسی قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں جس پر تمام مسلمانوں کا

ایمان واعتقاد ہے۔ کسی مذہب کو ہدفِ تنقید بنانے اور اس کے متعلق کسی رائے زنی اور اعتراض سے قبل ضروری ہے کہ پہلے اس مذہب کے علماءِ محققین کا نظریہ معلوم کیا جائے نہ یہ کہ اس مذہب یا فرقہ کے جاہل اور نادان عوام اور اہل تحقیق کی بجائے کم علم علماء کے اقوال اور افعال کو موردِ بحث بنا کر اس مذہب پر تنقید وتبصرہ کیا جائے۔ لہٰذا ذیل میں ہم قرآن سے متعلق مذہب شیعہ کے ان محققین علماء عظام کی آراء کو پیش کرتے ہیں کہ جو اپنے دور کے رئیس مذہب اور مرجع ومرکز رہے ہیں۔“

(مکتب تشیع اور قرآن، صفحہ نمبر ۴۱، دار الثقافۃ الاسلامیہ کراچی، طبع سوم، ستمبر ۱۹۹۸ء)

قارئین کرام!

اس کے بعد موسوی صاحب نے انہی چار محققین شیعہ کے اقوال پیش کیے ہیں، جن کے متعلق سنی وشیعہ کے ہاں طے شدہ بات ہے کہ وہ بظاہر تحریف کے قائل نہیں تھے ان چار کے نام (۱) شیخ صدوق (۲) شریف المرتضیٰ (۳) ابو علی طبرسی (۴) اور علامہ ابو جعفر طوسی ہیں۔ اگرچہ متاخرین میں سے چند مزید نام بھی مثل سید قاضی نور اللہ شوستری، جعفر کاشف الغطاء، شیخ بہائی، مقدس بہائی، جواد بلاغی وغیرہ وغیرہ کے نام بھی درج کیے گئے ہیں، مگر سچ یہ ہے کہ یہ صرف کاغذی کارروائی ہے، وگرنہ جہاں علامہ محمد بن یعقوب کلینی، علی بن ابراہیم قمی، ابن بابویہ قمی یا اس پایہ کے علماء تحریف کے قائل ہوں اور بقول علامہ نوری طبرسی مصنف ”فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب“ ہمارے بعض علماء نے محض وقتی مصلحت اور تقیہ کا استعمال کرتے ہوئے تحریف کا انکار کیا ہے، وگرنہ ہمارا مذہب یہی ہے کہ قرآنِ مجید میں تحریف ہوئی ہے (تفصیلات سابقہ ابحاث میں گزر چکی ہیں) تو اب لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آج کے امامی ترجمان اپنے قدماء محققین ومفسرین کو جاہل، نادان اور بے علم قرار دے رہے ہیں۔ جب اتنا کچھ کہہ دیا تو منکرین قرآن مجید کی تکفیر کرنے میں کونسی چیز رکاوٹ ہے؟ فلہٰذا ہمارے مخاطب موصوف بھی اسی فلسفہ پر عمل پیرا ہیں کہ خلط مبحث کر کے موضوع سے کوسوں میل دور جا پڑنے کے باوجود بھی آخر وہ اپنی شکست ظاہر کر ہی دیتے ہیں، مگر یہ مصیبت ان کے گلے پڑی ہے کہ وہ قارئین کو الجھانے کی بجائے سطر بہ سطر خود ہی الجھتے چلے جا رہے ہیں اور اب کم وبیش ایک سال سے وہ ہمہ قسم کے مباحث سے راہِ فرار اختیار کر کے ”حدیثِ ثقلین“ اور مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی لگائی گئی ضربوں سے امامی علماء کی کمر بچانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

علامہ بحر العلوم روافض کے تعاقب میں

علامہ بحر العلوم رحمہ اللہ کی کتب مثلاً فواتح الرحموت اور ''رسائل الارکان'' وغیرہ سے جتنا کچھ دھوکا دیا گیا تھا ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ اس کا لفظ بہ لفظ جواب پیش کر دیا ہے اور یہ بات ریکارڈ پہ ہے کہ ہم نے اپنے مخاطب موصوف کی ایک ایک عبارت کا جواب کئی کئی قسطوں میں محض اس لیے پیش کیا ہے تا کہ اختلافی مباحث اور خصم کے اعتراضات کا کوئی پہلو تشنہ جواب نہ رہے۔ اب ہم اس حقیقت کو سپرد قلم کرتے ہیں کہ جن ہمارے بزرگوں کو، یعنی علامہ عبدالعلی بحر العلوم رحمہ اللہ کی عبارات سے رافضیانہ مفہوم تراش کر کذب و افتراء کی اشاعت کی جا رہی ہے، وہ علامہ بحر العلوم رحمہ اللہ تو ساری زندگی اہل تشیع کے ڈنگ سہتے رہے۔ اور انہوں نے اپنے زمانہ میں ببانگ دُھل مروجہ تعزیہ داری کے خلاف فتویٰ صادر فرما کر اسے جاہلانہ رسم اور عامیانہ بدعت قرار دیا تھا اور اس سلسلہ میں انہیں خاصی مشکلات کا سامنا بھی رہا۔ اگرچہ یہ موضوع تفصیل طلب ہے، اور ہم اس کے تمام پہلوؤں پر تو شاید فی الوقت روشنی نہ ڈال پائیں، تاہم حسب ضرورت حقائق سپرد قلم و قرطاس کر کے پھر آگے بڑھیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اربابِ بصیرت۔

جب ۱۷۷۵ء بمطابق ۱۱۸۸ھ میں نواب شجاع الدولہ برسر اقتدار آئے تو انہوں نے کچھ عرصہ قبل سے جاری رسم تعزیہ داری میں خوب دلچسپی لی۔ اس سے قبل اس فرقہ نے ''نقش قدم حضرت علی رضی اللہ عنہ'' اور پھر ''پنجہ شریف'' وغیرہ کی فرضی زیارتیں قائم کی ہوئی تھیں، اور یہ فرضی زیارتیں اب بھی جگہ جگہ، بطور خاص اندرون سندھ، یا پنجاب کے علاقوں بھکر، کروڑ، وغیرہ میں موجود ہیں۔ پنجہ شریف کے متعلق یہ پَر کی اڑائی گئی کہ ایک پتھر پہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قدوم میمنت لزوم کا نشان ہے۔ اسی طرح دہلی، حیدر آباد، اُچ شریف اور ٹھٹھہ میں بھی اس قسم کے فرضی وخود ساختہ نمونے موجود ہیں؛ ان کی مکمل تفصیل پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم کی کتاب ''مخدومِ جہانیاں جہاں گشت'' مطبوعہ ادارہ تحقیق وتصنیف کراچی ۱۹۶۳ء، صفحات ۲۱۰ تا ۲۲۱ دیکھی جا سکتی ہے۔

اس نقشِ قدم سے متعلق سادہ لوح لوگوں کو اس قدر رغبت دلائی گئی کہ لوگ ہجوم در ہجوم زیارت کرنے آتے اور دھیرے دھیرے یہ بعض خاندانوں کا ایک طرح سے ذریعہ معاش بن گیا، چنانچہ

نسلوں کی نسلیں لوگوں کی اس سادہ لوحی پہ پل رہی ہیں، جیسا کہ نواب درگاہ قلی خاں نے منظر کشی کی ہے کہ:

''بروز شنبہ زائرین اور حاجت مندوں کا بڑا ہجوم ہوتا اور ۱۲ محرم کو خصوصیت سے اہل عزا برسم پُرسہ گریاں و نالاں حاضر ہو کر مراسم تعزیت بجا لاتے تھے اس روز کوئی متنفس ایسا نہ ہوتا تھا کہ زیارت سے محروم رہے۔'' (مرقع دہلی، صفحہ ۲۴ مطبوعہ حیدر آباد، دکن)

حیدر آباد دکن سے رسم تعزیہ داری جب دہلی منتقل ہوئی تو یہ ۱۸۲۵ء کا زمانہ تھا، اس موقع پر اچھا خاصا انتشار پیدا ہوا اور نوبت لڑائی جھگڑے تک جا پہنچی تو دہلی کے انگریز حکمران سربراہ چارلس مٹکاف نے مولانا مفتی اکرام الدین ملقب بہ صدر الصدور دہلی (متوفی ۱۲۶۰ھ) سے اس کے متعلق سوال پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ مفتی صاحب مرحوم نے اپنے طویل جواب میں لکھا کہ:

''ماہ محرم از قدیم است مگر تعزیہ داری نبود''

''محرم کا مہینہ تو زمانہ قدیم سے ہی چلا آ رہا ہے، مگر تعزیہ داری کہیں نہیں تھی۔''

(سیر کریمی از نواب کریم اللہ خاں رام پوری صفحہ ۶۳، مملوکہ صولتیہ لائبریری رام پور قلمی)

بہر حال نواب شجاع الدولہ نے اس رسم کی شاہی سرپرستی کی اور اس کے دور حکومت میں اسے بہت عروج ملا، شجاع الدولہ کی اس شیعہ نوازی کا جن تین اہل سنت بزرگان نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور اس کی ابلیسی سازشوں کو طشت از بام کیا، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) بحر العلوم مولانا علامہ عبد العلی رحمہ اللہ

(۲) ملا محمد حسن فرنگی محلی رحمہ اللہ

(۳) حضرت پیرزادہ مدن رحمہ اللہ

مؤخر الذکر بزرگ تو وہ ہیں کہ جن پوری جائیداد امامی علماء کی خواہش پر شجاع الدولہ نے ضبط کر کے ان کو قید و بند کی صعوبتوں کی نذر کر دیا حتی کہ بہ حالتِ قید ان کا انتقال ہو گیا۔

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر؟
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

شجاع الدولہ نے یہ پالیسی اختیار کر لی تھی کہ بڑے روسائے اہل سنت کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیتا، اور جائیداد کی واپسی امامیہ مذہب قبول کرنے سے مشروط کر دیتا تھا۔ کئی ایک (مولانا مدن رحمہ اللہ جیسے) اپنی تمام تر املاک کی بربادی اور تلفی کے باوجود بھی مذہب حق اہل سنت چھوڑنا گوارا

نہ کرتے، تاہم بعض کمزور مسلمان حالات کا جبر سہہ نہ پائے اور چاروناچار امامیہ عقائد کو تسلیم کر لیتے تھے۔ اور یہی رافضیت کی فکری اور اعتقادی شکست ہے کہ کوئی زیرک انسان ان کے عقائد کو بجان و قلب قبول نہیں کرتا۔ یہ تفاصیل ابوالحسن مانکپوری نے تاریخ کے صفحات میں محفوظ کی ہیں، ملاحظہ ہو کتاب۔ (آئینہ اودھ مطبع نظامی کانپور مطبوعہ ۱۸۸۰ء)

قارئین کرام!

بحرالعلوم مولانا عبدالعلی رحمہ اللہ نے بھی جب شجاع الدولہ کے شیعی مظالم اور تعزیہ و تابوت جیسی رسومات کے خلاف جہاد باللسان والقلم کا فریضہ سرانجام دیا تو اس عظیم ہستی کو جلاوطن کر دیا گیا، اور خطہ برصغیر کا یہ ماہتاب علم و فضل غریب الوطنی میں ساری عمر گزار گیا، کبھی رام پور، تو کبھی شاہجہان پور، کبھی دلی تو کبھی مدراس، حتیٰ کہ اسی غریب الوطنی میں ہی مدراس کے اندر آپ نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کے حضور پیش فرما دی اور مدراس کی مٹی کو قیامت تک کے لیے مشک و عنبر ہونے کا اعزاز ملا۔ کوثر نیازی نے کیا خوب کہا تھا:

باعثِ عزت مال نہ زر	لاکھ سکندر ایک خضر
ذرّے بھی ہوں شمس و قمر	اللہ اللہ ان کی نظر
دین فرنگی کی توقیر	دین محمد ﷺ ملک بدر
اہل وفا پھر کھیلے ہیں	دار و رسن سے اے کوثرؔ

(زرِ گل، صفحہ ۳۸، مطبوعہ جولائی ۱۹۵۶ء، مکتبہ تعمیر انسانیت، موچی دروازہ، لاہور)

مولانا عبدالعلی بحرالعلوم رحمہ اللہ کے ساتھ رافضی وحشیوں نے وہ سلوک کیا کہ انسانیت شرما کر رہ گئی، مولانا فضل امام مرحوم خیر آبادیؔ فرماتے ہیں:

"بعد ازاں بہ سببے از اسباب از لکھنؤ برآمدہ چندے در رام پور ماند و آنجا بہ افادہ و افاضہ پرداختند۔"

"بعد ازاں ان اسباب میں سے مذکورہ سبب کی وجہ سے علامہ موصوف لکھنؤ سے باہر آ گئے اور کچھ ایام رام پور میں رہ کر افادہ و افاضہ کے جواہر بکھیرے۔"

(تراجم الفضلاء صفحہ نمبر ۱۲، مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی ۱۹۵۶ء)

نیز مولانا ولی اللہ لکھنوی نے بحرالعلوم پر بیتنے والے اُن حالات کا کچھ نقشہ یوں کھینچا ہے کہ ابتدائی دنوں میں ہی لکھنؤ میں سانحہ عظیمہ پیش آ جانے کے سبب علامہ بحرالعلوم رحمہ اللہ نے لکھنؤ کو خیر

آباد کہنے کا پروگرام بنایا، اور وہاں قیام رکھنا مناسب نہ سمجھا، اپنوں اور بیگانوں نے بھی اعانت سے ہاتھ اٹھالیا تو آپ نے شاہجہان پور آکر قیام کرلیا اور مولانا نظام الدین ؒ کے فرزند حافظ رحمت خاں نے آپ کی بھرپور حمایت کی، طلبہ کے قیام وطعام اور تعلیم و معالجہ کا انتظام اپنے ذمہ لیا اور علامہ موصوف مصروفِ علم ہوگئے، ولی اللہ لکھنوی ؒ نے فارسی میں یہ دردناک احوال اپنی کتاب میں جمع کیے ہیں، ملاحظہ ہو۔ ''اغصان الاربعہ للشجرۃ الطیبہ'' مطبوعہ ۱۸۸۱ء مطبع کارنامہ فرنگی محل لکھنؤ۔''

اور لکھنؤ کے جن کشیدہ حالات واسباب کا مولانا فضل امام ؒ وغیرہ نے جو ذکر کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بلگرام کا ایک نامی رئیس نور الحسن خان بغرض علاج ایک ایسے مکان میں مقیم تھا جو علامہ بحر العلوم ؒ کے مدرسہ اور دولت کدہ کی گلی میں تھا، اسی اثنا میں ماہِ محرم الحرام آگیا تو مذکورہ نواب نے وہاں تعزیہ منگوا کر اس کا جلوس نکالنے کی خواہش ظاہر کی، جس پر علامہ بحر العلوم زبردست مزاحم ہوئے اور اس کے خلاف آوازِ حق بلند کی، نتیجتاً فضاء آپ کے مخالف بن گئی اور طاقت وقوت کے بل بوتے پر علامہ بحر العلوم ؒ کو لکھنؤ سے نکال دیا گیا۔ یہ تمام تفاصیل ہم نے اس لیے پیش کی ہیں کہ آج کے ناکام اور شکست خوردہ امامی ترجمان اِدھر اُدھر کی بے تکی ہانک کر علامہ بحر العلوم ؒ اور ان کی بعض عبارات کا غلط اور ادھورا مفہوم پیش کر کے اپنی بیمار ونحیف سوچ کو شاید لاٹھی کا سہارا دینا چاہتے ہیں، مگر یہ اُن کے لیے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ

؎ خوشبو آنہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

نواب شجاع الدولہ کے بعد ان کا بیٹا نواب آصف الدولہ آئے، تو انہوں نے باپ دادا سے کہیں بڑھ کر رفض و بدعت کا پرچار کیا، گویا اقتدار کا مقابلہ اہل سنت کے ان علم وفضل کی شاہکار ہستیوں نے کر کے زخم تو کھائے مگر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنا نام تاریخ میں زندہ کر گئے، اب رافضیت کے دامن میں صفوی حکمران، ہلاکو، ابن علقمی، یا آصف الدولہ جیسے لوگ ہیں اور ہمارے لیے علامہ ابن تیمیہ ؒ، حضرت مجدد الف ثانی ؒ اور علامہ عبدالعلی بحر العلوم ؒ جیسے لوگ وجہ عزت اور باعث افتخار ہیں۔ (جاری ہے)

[کنزِ مدفون] ترتیب واملاء وحواشی : مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

مکاتیبِ قائد اہل سنت

(مسلسل)

نوٹ: حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے مکاتیب کا سلسلہ جاری ہے۔ بعض خطوط معاصرین کے اور بعض مسترشدین کے نام ہیں، مریدین کے نام اصلاحی مکاتیب چونکہ تربیت کے حوالہ سے ہوتے ہیں۔ اور تربیتی دور میں سالکین کو اپنے شیخ سے زجر وتوبیخ بھی ہوتی ہے۔ اس لیے جو خطوط سالکین ومریدین کے نام ہیں، ان کو شائع کرتے وقت مکتوب الیہ کا نام نہیں لکھا جائے گا اور حسبِ ضرورت بعض جگہ الفاظ کو حذف بھی کیا جائے گا البتہ جو حضرات اپنے نام سے ہی شائع کروانے پر راضی ہوں، تو ان کی رضا معتبر ہوگی اور ان کے نام سے ہی وہ خط شامل اشاعت ہوگا۔ قارئین سے التماس ہے کہ جس کے نام حضرت قائد اہل سنت کا کوئی خط موجود ہو تو وہ اصل یا صاف ستھری فوٹو کاپی ارسال فرما کر اس کارِ خیر کا حصہ بنیں۔ (ادارہ)

بنام مولانا مخلص عبداللہ صاحب [1] (بلکسر)

(۲۰۰) مخلص عبداللہ صاحب، سلام مسنون!

آپ کا استعفیٰ اور رجسٹر ملا۔ فی الحال میں آپ کا استعفیٰ منظور نہیں کرتا۔ آپ نے بڑی خدمت کی ہے اور اپنی طرف سے خرچ کرتے رہے ہیں۔ میں تو آپ کو سابقہ کرایہ بھی دینے والا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں کتنا بیمار رہا ہوں، جس کی وجہ سے جواب نہیں دیا جاتا تھا۔ پھر یہ اختلاف [2] بھی میرے پیش نظر تھا تو ایسے حالات میں سوچنا پڑتا ہے۔ ہاں یہ میں کہوں گا کہ آپ ایک بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے۔ اس کے بارے میں آپ سے میں علیحدہ ملاقات کرنا چاہتا تھا مگر موقع نہ ملا۔ آپ مایوس نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہتری فرمائیں۔ آمین

والسلام...... خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

---

(۱) تحریک خدام اہل سنت چکوال کے امیر، مرکزی جامع مسجد بلکسر کے منتظم وخطیب، سُنی تحریک الطلبہ کے بنیادی محرک، قائد اہل سنتؒ کے دیرینہ عقیدتمند اور مذہبی، سیاسی وتحریکی اعتبار سے فعال شخصیت ہیں۔

(۲) بعض جماعتی کارکنوں کا وقتی اور انتظامی اختلاف مراد ہے۔

(۲۰۱) مخلص عبداللہ صاحب۔ سلام مسنون!

(۱) آپ نے جو تعویذ بھیجے ہیں، اُن میں تو لکھا ہے کہ اتنی رقم غلام علی کو واپس مل جائے۔ اب غلام علی کون ہے؟ رقم بعض دفعہ جنات بھی لے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کسی غلام علی کی رقم چوری ہوئی ہو۔ اللہ اعلم۔ بہر حال اگر معلوم نہ ہو کہ غلام علی کون ہے؟ تو تعویذ کنویں میں ڈال دیں۔ ان پر یا علی یا علی بھی لکھا ہوا ہے۔

(۲) فطرانہ دو سیر سے کچھ کم اجناس یا اس کی قیمت ادا کر دی جائے۔

(۳) پنڈ گدو وال ضلع راولپنڈی سے قاری احسان الحق کا خط آیا ہے کہ ۲۳؍رمضان المبارک کو بعد از نماز عصر پروگرام اور پھر افطار پارٹی ہے۔ آپ سنی تحریک الطلبہ کی جانب سے جائیں اور پنڈ گدو وال کا راستہ حافظ عبدالوحید سے پوچھ لیں، حافظ عبدالحمید صاحب فاروقی کی تقریر رات کو ہے، وہ دیر سے جائیں گے۔ آپ نے پہلے پہنچنا ہے، پنڈ گدو وال ٹیکسلا سے آگے ہے۔

والسلام ...... خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

---

(۲۰۲) مخلص عبداللہ صاحب۔ سلام مسنون!

(۱) تحریر اور اشتہار ملا، جہلم کے اشتہار میں کچھ مفہومی غلطیاں ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے اور بعض عبارتیں عام فہم نہیں۔

(۲) سنی تحریک الطلبہ کا ایک ہی بیج ہونا چاہیے۔ دو میں تو تردد رہے گا، اور سنی تحریک الطلبہ کے اسٹکر یا بیج وغیرہ بھی دفتر سے ہی فروخت ہونے چاہئیں، بہر حال سوچ سمجھ کر ایک ہی تجویز کر لیں۔ اور سنی تحریک الطلبہ کا پرچم بھی الگ تجویز کیا جائے گا۔

(۳) حضرو میں آپ کا جانا ضروری ہے، اور ساتھ داڑھی والے طلبہ ہونے چاہئیں کیونکہ اکثر طلبہ میں یہ کمزوری ہوتی ہے، (یعنی ان کی داڑھی نہیں ہوتی) تاکہ کوئی منفی اثر نہ پڑے۔ اگر اس جمعہ کو والد صاحب کی بیماری کی وجہ سے نہ جایا جا سکے تو آئندہ جمعہ کو سفر کر لیں، حضرو حافظ محمد رفیع صاحب کو فون پر اطلاع دے دیں۔

(۴) آپ نے طلبہ کے لیے جو تحریر لکھی ہے، اس پر بھی نظر ثانی کی جائے، میں خود ماہ نامہ حق چار یارؓ کے لیے مضمون لکھ رہا ہوں، جس میں تاخیر ہو رہی ہے۔

والسلام ......خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

(تاریخ وسن ندارد)

---

(۲۰۳) مخلص عبداللہ صاحب۔ سلام مسنون!

حنفیہ لائبریری کا نام ٹھیک ہے۔ جزاکم اللہ۔ (آپ کی) کانفرنس کے لیے متبادل کوئی مبلغ پیش نظر نہیں ہے جو مولانا اوکاڑوی [1] صاحب کے موضوع پر مدلل بولنے والے ہوں۔ میرے خیال میں اس موقع پر غیر مقلدین کی تردید کی ضرورت نہیں ہے۔ موضوع جلسہ ''معراج النبی ﷺ اور مقام صحابہ رضی اللہ عنہم'' پر ہی تقریریں ہونی چاہئیں۔ مولانا عبدالحق خان بشیر، خطیب جامع مسجد امام اعظم گجرات کو بلالیں۔ یا ان کے ساتھ مولانا محمد اقبال خطیب علی پور چٹھہ گوجرانوالہ والے خطیب صاحب کو بلالیں، ان کی تقریر عوامی طور پر موثر ہوتی ہے، مولانا غلام نبی صاحب اور دوسرے احباب کو سلامِ مسنون پیش کریں۔

والسلام ......خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

---

(۲۰۴) مخلص عبداللہ صاحب۔ سلام مسنون!

(۱) آپ کا رقعہ ملا۔ دن کو تو میں ملاقات کا وقت دے ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ چار دنوں سے مہمانوں کی وجہ سے دن میں کام نہیں ہوسکا۔ ماہنامہ کے لیے مضامین بھی تیار کرنے ہیں اس لیے ملاقات کا وقت تو رات کو ہی ہوسکتا ہے۔

(۲) مولانا جہلمی [2] صاحب سے مشورہ کر کے سنی تحریک الطلبہ کی تاریخ بتائی جاسکتی ہے، عبدالرشید ارشد واپسی پہ تو ملا ہی نہیں؟ نیز جہلم کے اجلاس سے پہلے قافلہ کا ناظم مقرر کرنا ضروری ہے۔

(۳) امدادیہ کا دفتر باہر سے مرمت کروانا ہے، ملک اتفاق صاحب سے میں نے کہا تھا کہ کسی وقت جا کر دیکھ لیں گے۔

والسلام ......خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۹ر جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ

---

(۱) امین الملت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ (۲) فخر اہل سنت حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ

اعتراف حقیقت

حضور اکرم ﷺ اغیار کی نظر میں

حضرت مولانا مصلح الدین قاسمی صاحب

محبت وعقیدت میں لوگوں کے ہاتھ سے اعتدال کا دامن اکثر چھوٹ ہی جاتا ہے، تعریف و توصیف میں مبالغہ آرائی سے کام لینا اور حقیقت کی حصار کا خیال کیے بغیر آگے بڑھ جانا لوگوں کے نزدیک کوئی تعجب خیز امر نہیں رہا، مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دینا کمالِ فن تصور کیا جاتا ہے، مدّاحوں کے یہاں رائی کو پہاڑ ثابت کرنا کوئی بڑی بات نہیں، وجہ یہ ہے کہ عقیدت کی عینک زاویۂ نگاہ کو بدل دیتی ہے، عقیدت مندوں کے نزدیک محبوب وممدوح کی بعض برائی بھی اچھائی معلوم ہوتی ہے بلکہ یہ کہنا بھی بے جانہ ہوگا کہ محبوب کا عمل ان کی نظر میں قابلِ ستائش معلوم ہوتا ہے ''کل ما یفعل المحبوب محبوب'' مگر حقیقت ''الفضل ما شهدت به الأعداء '' ہے، یعنی عقیدت مندوں کا اپنے ممدوحین کی تعریف وتوصیف کرنا گرچہ مبنی بر حقیقت ہو مگر اس طرح کی تعریف دوست و دشمن سبھی کو کسی کا معترف نہیں بنا سکتی، بلکہ فضیلت و بزرگی دراصل وہی شمار ہوسکتی ہے جو دشمن کے پردۂ عداوت کو چاک کرکے حقیقت کے اعتراف پر مجبور کرے۔

آقائے نامدار، تاج دارِ مدینہ محمد عربی ﷺ کے فضائل وکمالات، اخلاق و عادات، شرافت و نجابت، صورت وسیرت اور ظاہر و باطن کا اعتراف نہ صرف اپنوں نے کیا، بلکہ غیروں کی زبان بھی آپ ﷺ کی توصیف میں حرکت کیے بغیر نہ رہ سکی۔ چنانچہ بے شمار دشمنانِ اسلام جن کی نشوونما، ساخت و پرداخت ہی اسلام دشمنی میں ہوئی اور جن کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا بلکہ زندگی کا پل پل اسلام کے روشن چہرے کو داغ دار کرنے میں گزرا۔ مگر وہ بھی حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے، حالاں کہ نہ تو انھیں اس پر مجبور کیا گیا اور نہ ہی دولت وثروت کی چمک دمک سے راغب کرکے انھیں اس طرف مائل کیا گیا کہ وہ اسلام دشمنی کی زہر میں بجھے ہوئے اپنے قلم سے سرکارِ دو عالم ﷺ کے فضائل وکمالات کا اعتراف کریں، بلکہ ان کی عقلوں نے خود انھیں سمجھایا کہ اعترافِ حقیقت ہی دانش مندی کی سب سے بڑی علامت ہے۔

چنانچہ ''حکیم پنڈت کرشن کنوردت شرما'' نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی شخصیت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

''شعاعِ نورِ مظہرِ اتم، مینارۂ ہدایت حضرت محمد (ﷺ) جمالِ کبریائی کی وہ شعاعِ رنگ و نور ہے جو ایک پیکرِ انسانی میں جلوہ گر ہو کر ''ظلمت کدۂ جہاں'' کو ''رشکِ صد جہاں'' بنانے آئی تھی اور بنا گئی، محمد (ﷺ) انسانیت کا وہ مظہرِ اتم ہیں جس کی انسانیت کے سامنے فرشتوں کی گردنیں جھک گئیں، محمد (ﷺ) وہ نابغۂ روزگار ہستی ہے جس کے مافوق الفطرت کمالات کو سمجھنے سے عقلِ انسانی باوجود اپنی بلند پروازیوں کے یکسر قاصر ہے، وہ ایسے عظیم الشان اور بلند مرتبہ انسان تھے جن کا طرزِ عمل پوری دنیا کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں تقلید کا ایک بہترین اور افضل ترین نمونہ بن گیا، اُن کی شخصیت مینارۂ شرافت و ہدایت اور ایسی سراجِ صداقت و حقانیت تھی جس کی ضیا پاشیاں ہر زمانے میں گم گشتگانِ راہِ ہدایت کے لیے صراطِ مستقیم کا پیام ثابت ہوئیں اور ہوتی رہیں گی۔'' (نقوش، رسول نمبر ص: ۴۸۰ ج ۴)

''مسٹر طامس کارلائل'' سرکارِ دو عالم ﷺ کے بلند پایہ اخلاق، پاکیزہ خیالات اور آپ ﷺ کی مقبولیت و محبوبیت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

''ان کے (محمد ﷺ کے) خیالات نہایت پاکیزہ اور اخلاق نہایت اعلیٰ تھے، وہ ایک سرگرم اور پرجوش ریفارمر Refarmer تھے جن کو خدا نے گمراہوں کی ہدایت کے لیے مقرر کیا تھا، ایسے شخص کا کلام خود خدائی آواز ہے، محمد (ﷺ) نے ان تھک کوششوں کے ذریعہ حق کی اشاعت کی، دنیا کے ہر حصے میں ان کے متبعین بکثرت موجود ہیں اور اس میں شک نہیں کہ محمد (ﷺ) کی صداقت رنگ لائی۔''

(المنہاج الواضح، ص: ۵۴، بحوالہ ماہنامہ دار العلوم، ماہ جولائی ۱۹۹۳ء)

کون نہیں جانتا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی بعثت سے قبل عربوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی، صدیوں سے خالق و مخلوق کا رشتہ ٹوٹا ہوا تھا، ظلم و بربریت، سفاکی و بہیمیت، اختلاف و انتشار، بدامنی و انارکی اور بے حیائی و بدچلنی عام تھی، تہذیب و ثقافت کے نام پر اُس دَور کے قہرمانوں نے اسے سندِ جواز دے رکھی تھی، ناخواندگی اور جہل اس دور کا طرۂ امتیاز تھا، خود فراموشی اور خدا بے زاری کی ہر طرف فضا قائم تھی، انسان کی جان لینا سرے سے کوئی اخلاقی جرم ہی نہ تھا اور نہ ہی قتل اتفاقی و قتل عمد کے درمیان کوئی فرق کیا جاتا تھا، قتل کا انتقام نہ لینا باعثِ توہین تھا، شہوت پرستی و بے عصمتی کی گرم بازاری تھی، ایسے پراگندہ ماحول میں آپ ﷺ کی بعثت ہوئی، آپ کے اخلاقِ کریمانہ اور جہد

واخلاص کے ساتھ دین وشریعت کی ترسیل واشاعت نے زمانے کا رُخ موڑ دیا، تئیس سال کی قلیل مدت میں ایسا روحانی انقلاب برپا ہوا کہ کل تک جو راہزن تھے وہ آج اچھے راہرو ہی نہیں، بلکہ بہترین رہبر بن گئے، کل تک جن کی زندگی فسق وفجور کی نذر تھی وہ اتنے مقدس اور بلند مرتبے پر فائز ہوگئے کہ صداقت و پاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف حاصل ہونے لگا، جو مردہ تھے وہ زندہ ہی نہیں بلکہ دوسروں کو زندگی دینے والے بن گئے، جو مشرک تھے موحد بن گئے، جو ناخواندہ اور جاہل تھے عالم اور علم کے مبلّغ قرار پائے، جو پتھروں، سانپوں، بچھوؤں، بھڑوں اور بھیڑیوں سے ڈر کر انھیں خدائی کا رتبہ دیتے تھے عظیم سپہ سالار بن کر ملکوں اور قوم کے فاتح بن کر سامنے آئے اور دنیا کی سپر طاقتوں سے ٹکرا کر انھیں زیر کردیا:

خود نہ تھے جو راہ پر، اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

(اکبرالہ آبادی)

اس روحانی انقلاب کا اقرار نہ صرف یہ کہ اسلام کے ماننے والوں نے کیا، بلکہ یہ شہادت دشمنِ اسلام ریمنڈ لیروگ Remand Liroj اور اشتراکی مصنف کو بھی دینی پڑی۔ ''ریمنڈ لیروگ'' نے آپ کی ''عظیم انقلابی شخصیت'' کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

''نبی عربی اس معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے بانی ہیں جس کی نظیر اس سے قبل دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، انھوں نے ایک ایسی حکومت کی بنیاد ڈالی جسے تمام کرۂ ارض پر پھیلنا تھا اور جس میں سوائے عدل واحسان کے اور کسی قانون کو رائج نہیں ہونا تھا، آپ کی تعلیم مساوات، باہمی تعاون اور عالم گیر اخوت پر تھی۔'' (نقوش ۴۸۳، ج ۴)

اشتراکی مصنف کہتا ہے:

''ریگستانِ عرب سے جذبۂ دین سے سرشار ہوکر نکلنے والی خانہ بدوش چند جماعتوں نے زمانۂ قدیم کی دو عظیم طاقتوں کو جس غیر معمولی تیزی سے فتح کیا اس پر ہر آدمی غور کرتا ہے تو اس کی عقل حیران رہ جاتی ہے، محمد ﷺ کی بعثت پر ابھی پچاس سال بھی نہیں گزرے تھے کہ ان کے متبعین نے ایک طرف ہندوستان کی سرحد پر اور دوسری طرف بحر اٹلانٹک کے ساحل پر فتح کا پرچم بلند کردیا۔'' (الی الاسلام من جدید، ص: ۴۶)

برناڈ شا، سرکارِ دو عالم ﷺ کی شخصیت، آپ کی اسلامی تعلیمات، آپ کی بے پناہ خداد صلاحیت کا معترف اور آپ ﷺ کا شیدائی تھا، چنانچہ اس نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ:

''میری خواہش ہے اور میں اسے واجب سمجھتا ہوں کہ محمد (ﷺ) کو ''انسانیت کا نجات دہندہ'' کی حیثیت سے دیکھوں اور میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ محمد ﷺ جیسی شخصیت کو اگر آج کے عالمِ جدید کی عنانِ حکومت دے دی جائے تو دنیا اپنی مشکلات کا حل تلاش کرنے میں کامیاب و بامراد ہو جائے اور اس کے اندر امن و سلامتی کی لہر دوڑ جائے، کاش دنیا اِس جیسے مصلح کی ضرورت محسوس کرتی۔'' (نقوش، ج:۴، ص:۵۵۱)

معلمِ انسانیت

پیشوائے دینِ اسلام، محمد (ﷺ) کی زندگی دنیا کے بے شمار قیمتی اسباق پڑھاتی ہے، آپ ﷺ کا ہر عمل اور آپ کی زندگی کا ہر پہلو دنیا کے لیے ایک بہترین سبق ہے بشرطیکہ کوئی دیکھنے والی آنکھ، سوچنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل رکھتا ہو۔ (مہاتما ستیہ وہاری)

''میں دنیا کے مذاہب کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، میں نے اسلام کا بھی مطالعہ کیا ہے، بانی اسلام نے اعلیٰ اخلاق کی پاکیزہ تعلیم دی ہے، انھوں نے انسانوں کو سچائی کا راستہ دکھایا اور برابری کی تعلیم دی ہے، میں نے قرآنِ مجید کا ترجمہ بھی پڑھا ہے اس میں مسلمانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ سب کے لیے مفید باتیں اور ہدایتیں ہیں۔'' (نقوش، رسول نمبر ج ۴، ص ۴۸۱)

''معلم انسانیت'' ہونے کی یہ شہادتیں بھی شیدائیانِ اسلام کی نہیں بلکہ ہندو دھرم کے ماننے والوں کی ہیں، پہلی شہادت ''مہاتما ستیہ وہاری'' کی ہے جن کے نام سے ہر پڑھا لکھا طبقہ واقف ہے اور دوسری شہادت ہندوستان کے اس عظیم سپوت کی ہے جسے دنیا ''مہاتما گاندھی'' کے نام سے جانتی ہے۔

''محمد (ﷺ) کو اصلاحِ اخلاق اور سوسائٹی کے متعلق جو کامیابی ہوئی اس کے اعتبار سے آپ کو انسانیت کا ''محسن اعظم'' ہونا یقین کرنا پڑتا ہے۔'' (آئینہ حقیقت نما ص ۳۹)

یہ اعتراف اس مشہور دشمن اسلام کو کرنا پڑا جسے لوگ ''پروفیسر ایڈورڈ مونٹ''۔ پروفیسر جنیوا یونیورسٹی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ آقائے نام دار، سرورِ کائنات، تاج دارِ بطحا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے حضور ایک غیر مسلم شاعر ''شیام سندر'' نے جن الفاظ میں نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے وہ اس کی غیر جانب دارانہ اور حقیقت پسندانہ خیالات پر غماز ہیں۔

دنیا کو نے آکر پر نور کردیا ہے
اور ظلمتوں کو یکسر کافور کردیا ہے
پیغامِ حق سنا کر مسرور کردیا ہے
وحدت کی مے پلا کر مخمور کردیا ہے
اِک بار تو دیارِ یثرب کو دیکھ لینا
پابندی جہاں نے مجبور کردیا ہے
سندر سے کیا رقم ہو وہ شان ہے تمہاری
جس نے گدا گروں کو مغفور کردیا ہے

یہ جو کچھ بھی بیان ہوا ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر ہے ورنہ بے شمار غیر مسلم مصنفین و مفکرین، اصحابِ قلم اور انشا پردازوں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی ''جامع کمالات شخصیت'' کا اعتراف کیا ہے اور آپ ﷺ کے طرزِ عمل کو سب سے بہترین اور قابلِ تقلید آئیڈیل قرار دیا ہے مگر یہ کوتاہ نفس مقالہ ان کا متحمل نہیں۔ ؏

سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

(بشکریہ: ماہنامہ دار العلوم، مئی ۲۰۰۱ء)

وفیات

① قاری حاکم علی صاحب کے مقتدی ماسٹر اقصد محمود صاحب کی والدہ ماجدہ (ضلع گجرات، ٹبہ بوٹے شاہ) ② جتھان سومرو (سندھ) عبدالغفور سومرو صاحب کا پوتا ③ حاجی محمود لغاری صاحب کا جوان بیٹا ④ قاضی اشرف سومرو صاحب کی والدہ ⑤ جامعہ مظہریہ حسینیہ کے طالب علم حاکم درس کی نانی محترمہ ⑥ حاجی ملاح صاحب کے چچا قارئین سے جملہ مرحومین کی کامل مغفرت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام کی دعا کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

رُکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

اخبار الخدام

خدامِ اہل سنت کی مرکزی ''سنی کانفرنس بھیں''

مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی ☆

(ا) اصلاحِ احوال کی ضرورت تو بہر حال رہتی ہے اور اس کی گنجائش بھی رکھنی چاہیے۔ تاہم کسی کام کا تسلسل بھی بڑی کامیابی خیال کی جاتی ہے۔

تحریک خدامِ اہل سنت والجماعت پاکستان کی مرکزی ''سنی کانفرنس بھیں'' کو جاری ہوئے ۵۱ برس بیت چکے ہیں۔ اور یہ دو روزہ سالانہ کانفرنس اپنی مذہبی شان و شوکت، روایتی جوش وخروش، اہل قصبہ کی مثالی مہمان نوازی، خلقِ خدا کا ہجوم، تاریخی قدر و قیمت سمیت خدامِ اہل سنت کی نظریاتی اساس کو اجاگر کرتی اور مذہبِ اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت کا علم اٹھائے تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوقَ الْکَرَامَۃِ ہماری گذارشات پر سند ہے۔ صوفیہ استقامت کو کرامت سے بڑی چیز خیال کرتے ہیں۔ ایک پہلو اس حوالہ سے اور بھی ہے:

گزشتہ ۵۱ برس میں ہماری ریاست کے احوال مختلف رہے ہیں۔ وردی کی آڑ میں مطلق العنان اور منہ زور آمر بھی آئے اور وردی کے بغیر ڈکٹیٹرز سے بڑھ کر جمہوری شہنشاہ بھی، مگر اہلِ سنت کو سبھی نے تختہ مشق بنائے رکھا۔ نت نئے قوانین۔ قیامِ امن کے لیے بنائی گئی فورسز اور اجنبی سے رولز وغیرہ گویا مذہبی طبقہ کو دبانے کے لیے ہی تھے۔ جبکہ دوسری طرف ایک ریاست کی دلداری یا دباؤ پر ایسی ایسی مراعات دی گئیں گویا حکومتِ پاکستان ان کے لیے ''سہولت کار'' بنا دی گئی ہو۔

حالات کی نامساعدگی اور ناہمواری اپنی جگہ مگر تحریک خدامِ اہل سنت کا ''سنی پرچم'' روزِ اول جیسی شان کے ساتھ لہراتا رہا۔ اور اس کی تبلیغی کاوشیں، اجتماعات، کانفرنسز اور جلسے اپنے تسلسل کے

☆ مرکزی جنرل سیکرٹری، تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان/ 0300-9470582

ساتھ جاری رہے۔ یہ تسلسل خدامِ اہل سنت کا کارنامہ ضرور ہے مگر اس سے بڑھ کر یہ سہرا ان بنیادی اصولوں کے سر ہے جو تحریک کے بانی قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے اپنی دور اندیشی اور خداداد بصیرت سے ابتداء میں طے کر لیے تھے۔ چنانچہ تحریک پوری یکسوئی کے ساتھ ان پر کار بند رہتے ہوئے ۱۹ مئی ۱۹۶۹ء سے تاحال سنی مذہب کی تبلیغ واشاعت اور سنی مفادات کے لیے محنت کر رہی ہے۔

حضرت بانی تحریک علیہ الرحمۃ کے وصال (۲۴ر جنوری ۲۰۰۴ء) کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر زید مجدہم خدام اہل سنت کے میر کارواں ہیں۔ سخن دلنواز بھی ہیں اور جاں پر سوز بھی! چنانچہ تحریک آپ کی قیادت میں دینی وتبلیغی کاوشیں جاری رکھے ہوئے ہے۔

تحریک خدام اہل سنت کی مرکزی "سنی کانفرنس بھیں" کا تسلسل بھی ایسے ہی عوامل و اسباب رکھتا ہے۔ ۶/۷، اکتوبر ۲۰۱۸ء خدام اہل سنت کی ۵۲ ویں مرکزی سنی کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی۔ جس میں ملک بھر سے احباب انفرادی اور اجتماعی طور پر شریک ہوئے۔ سندھ سے شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہ کی اور جہلم سے امیر تحریک خدام اہل سنت پنجاب مولانا محمد ابوبکر صدیق مدظلہٗ کی قیادت میں عظیم الشان سنی قافلے بھیں پہنچے۔ لاہور، اوکاڑہ، سرگودھا، گجرات، گوجرانوالہ، راولپنڈی، میرپور، سماھنی آزاد کشمیر، صوابی، نوشہرہ، کلورکوٹ، میانوالی، ہرنولی، بھکر و دیگر مقامات سے بھی احباب قافلوں کی شکل میں پہنچے۔ لہلہاتے سنی پرچم اور سنی نوجوانوں کے فلک شگاف نعرے خدام کے نظریاتی ذوق کی نمائندگی کر رہے تھے۔

جبکہ شعراء ونعت خواں حضرات کی منقبت نے سنی جوانوں کے ایمانی جذبات کو گرمائے رکھا اور علماء کرام کے نظریاتی بیانات مذہب اہل سنت کی حقانیت کو اجاگر کرتے رہے۔ دو روزہ کانفرنس کے مختلف اوقات میں حسب ذیل علماء ومشائخ کے بیانات ہوئے:

مولانا نور محمد آصف مدظلہ، مولانا سید عصمت شاہ کاظمی مدظلہ، مولانا عبدالشکور حقانی مدظلہ، مولانا عبدالروف صدیقی، شیخ الحدیث مولانا سید محمود میاں مدظلہ، مولانا مفتی رضوان عزیز مدظلہ، مولانا حافظ محمد قاسم مدظلہ، مولانا محمد عثمان علی مدظلہ، مولانا مفتی شاہد مسعود مدظلہ، مولانا حسان عابد مدظلہ، مولانا شبیر احمد عثانی مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو

مدظلہ، مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی، مولانا عبدالجبار سلفی مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ، مولانا حافظ محمد ابوبکر صدیق مدظلہ، پروفیسر علامہ محمد سعد صدیقی کاندھلوی مدظلہ، جبکہ امیر مرکزیہ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ نے دوسرے دن علی الصبح درسِ خاص ارشاد فرمایا۔ راقم الحروف نے بھی تحریک خدام اہل سنت کی خدمات و اہداف کی بابت اپنی معروضات پیش کیں۔ دوران کانفرنس اہل بھیں کی روایتی مہمان نوازی حسب سابق مثالی تھی۔ اور خدامِ اہل سنت سے وابستہ احباب کی چمکتی پیشانیوں پر کانفرنس سے واپس ہوئے ہوئے حسب ذیل جذبات ہویدا تھے ......اور دعا گو بھی کہ:

دعا مظہر کی یا رب یہ چمن باقی رہے
شمع دین جلتی رہے، محفل رہے، ساقی رہے

(۲) بلکسر ضلع چکوال کی تاریخی ''سنی کانفرنس''

تاریخ میں ایسی قابلِ قدر شخصیات کا ذکر بھی ملتا ہے جنھوں نے تنِ تنہا ایک ادارے اور جماعت جتنا کام کیا ہوتا ہے۔ چکوال کے نواحی قصبہ بلکسر کے حضرت مولانا حکیم غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی بزرگ تھے جنھوں نے قریباً نصف صدی دین متین کی تبلیغ و اشاعت میں گزاری اور سرخرو ٹھہرے سونے پہ سہاگہ یہ کہ حضرت قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت، قیادت اور رفاقت بھی میسر رہی۔ چنانچہ عقائد اہل سنت والجماعت کی خوب ترجمانی فرمائی اور عوام وخواص کی نظریاتی تربیت کے لیے خود کو وقف کیے رکھا۔ جس کی ایک مثال آپ کی جاری کردہ سنی کانفرنس بھی ہے۔ ہر سال ۲۹ صفر المظفر کو منعقد ہونے والی اس تاریخی کانفرنس کو شروع ہوئے ۷۱ برس بیت چکے ہیں۔ یہ تسلسل ان مضبوط بنیادوں کی نشاندہی کرتا ہے جو حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دینی محنت کے آغاز میں یہاں رکھیں۔

امسال ۷ نومبر ۲۰۱۸ء یہ عہد ساز کانفرنس منعقد ہوئی۔ اہل سنت کی بھرپور شرکت اور ایمانی جوش وخروش سابقہ روایات سے کہیں زیادہ تھا۔ بیانات بھی خوب ہوئے اور اہلیانِ بلکسر نے مہمان نوازی کا حق بھی کمال سے ادا کیا۔ علماء ومشائخ میں امیر مرکزیہ فخر اہل سنت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر، حضرت مولانا احمد علی سراج، حضرت مولانا عبدالغفار تونسوی، حضرت مولانا احمد علی ثانی،

حضرت مولانا تاج محمود ریحان، حضرت مولانا عبدالجبار سلفی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد فیصل آزاد، حضرت مولانا عثمان علی، حضرت مولانا اعجاز مدنی سرفہرست تھے۔

فقیر کے ذمہ ”مقام محبوبیت کیسے حاصل ہو؟“ جیسا دل آویز عنوان تھا۔ چنانچہ عرض کیا کہ اللہ جل شانہ چند صفات کے حامل لوگوں سے محبت فرماتے ہیں۔ جیسے فرمایا: **واللہ یحب المحسنین ان اللہ یحب المتقین۔ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔ واللہ یحب الصابرین۔ ان اللہ یحب المتوکلین** تاہم مقامِ محبوبیت پانے کے لیے بنیادی چیز اتباع سنت ہے۔ چنانچہ فرمایا: **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔** آپ (نبی کریم ﷺ) فرما دیں اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت فرمائیں گے۔ بلکسر کی عظیم الشان سنی کانفرنس کے کامیاب انعقاد پر برادرم مولانا مخلص عبداللہ اور ان کی ٹیم کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے:

؎ ایں کار از تو می آید و مرداں چنیں کنند

(۳) تاریخ ساز ”قائد اہل سنت سیمینار“ راولپنڈی

مولانا قاری عطاء اللہ طارق راولپنڈی اور نواح میں تحریک خدام اہل سنت کے ذمہ دار ہیں۔
مفتی عبدالواجد اور قاری گل تاسب جیسے جواں ہمت احباب ان کے معاون ہیں۔ گزشتہ ڈیڑھ سال
سے راولپنڈی میں جماعتی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اڈیالہ روڈ پر واقع مسجد و مدرسہ کو اپنی
جدوجہد کا مرکز بنایا اور شہر بھر میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ قائد اہل سنت اور فخرِ اہل سنت
حضرت مولانا قاضی عبداللطیف جہلمی رحمہ اللہ سے وابستہ افراد کو فعال کر رہے ہیں۔ انہی حضرات کی
کاوشوں سے لیاقت باغ راولپنڈی سے متصل پریس کلب میں ۱۱/نومبر ۲۰۱۸ء صبح ۹ تا سہ پہر ۳ بجے
”قائد اہل سنت سیمینار“ منعقد ہوا۔ جس میں ملک بھر سے جماعتی احباب انتہائی عقیدت اور دل جمعی
کے ساتھ شریک ہوئے۔ جبکہ حضرت قائد اہل سنت علیہ الرحمۃ کی بابت حسب ذیل علماء و مشائخ نے
اظہارِ خیال کیا اور آپ کی حیاتِ مستعار کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی۔

امیر مرکزیہ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر، حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب،

حضرت مولانا قاری عتیق الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا محمد ابوبکر صدیق صاحب، حضرت مولانا مفتی شاہد مسعود صاحب، حضرت مولانا عبدالجبار سلفی صاحب، حضرت مولانا قاضی ہارون الرشید صاحب، حضرت مولانا قاری عطاء اللہ طارق صاحب، حضرت مولانا رشید احمد الحسینی صاحب، حضرت مولانا نور محمد آصف صاحب، حضرت مولانا سید معاویہ شاہ صاحب، حضرت مولانا مخلص عبداللہ صاحب، حضرت مولانا ظہیر الدین امزئی اور حضرت مولانا مفتی زبیر احمد غفاری صاحب، جبکہ راقم کے ذمہ سیمینار کی غرض و غایت، اعلامیہ اور قرارداد یں پیش کرنا تھا۔

یاد رہے کہ سیمینار کے تفصیلی احوال اور بیانات کی مختصر روئیداد الگ سے شائع کی جارہی ہے۔

(۴)......حضرت مولانا سمیع الحق حقانی رحمہ اللہ کی المناک شہادت......

۲ر نومبر ۲۰۱۸ء رجمعہ کی شام جب کہ ملک بھر میں آسیہ ملعونہ کی سپریم کورٹ سے رہائی کی بابت احتجاجی ہنگامے ہو رہے تھے کہ ٹی وی چینلز نے ایک اندوہناک خبر بریک کی۔ جس نے اہلیانِ پاکستان کو بالعموم اور مذہبی طبقات کو بالخصوص ہلا کر رکھ دیا۔ خبر کے مطابق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم اور ملک کی سیاسی و مذہبی جدوجہد کے روح رواں حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کو راولپنڈی کی ایک نجی ہاؤسنگ سوسائٹی میں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

ہمارے فہم میں حضرت مولانا حقانی شہید رحمہ اللہ کی مظلومانہ شہادت جہاں ایک طرف پوری امت کا مشترکہ نقصان ہے وہیں طریقہ واردات اپنے اندر بیسیوں سوالات رکھتا ہے۔ ملکی سالمیت اور خودمختاری کا معاملہ بھی درپیش ہے اور تفتیشی اداروں کی سست روی یا مٹی ڈالنے کی روش بھی قابلِ غور! تعجب ہے کہ حکومت وقت کے لیے حالیہ الیکشن میں حضرت شہید رحمہ اللہ کی حمایت انتہائی سودمند ثابت ہوئی تھی اور ایک بہت بڑے مذہبی طبقے کا پی ٹی آئی کی طرف رجحان بھی حضرت مولانا رحمہ اللہ کی تائید کا مرہون منت تھا۔ لیکن اتنا وقت گزرنے کے بعد بھی قاتلوں کی گرفتاری اور نشاندہی سمیت افسوسناک واقعہ کے محرکات تک سامنے نہ آسکے......

؎ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یاد رہے کہ شہادت سے ایک دن پہلے حضرت شہید رحمہ اللہ آسیہ ملعونہ کی رہائی کے حوالہ سے احتجاجی ریلی سے خطاب کر رہے تھے۔ جس میں ان کا کہنا تھا:

"توہینِ رسالت کی سزا، سزائے موت ہے۔ آج پورا یورپ یہ نہیں برداشت کر رہا۔ سب کچھ برداشت کر رہا ہے۔ یہ اتفاقیہ بات نہیں ہے۔ ختمِ نبوت کا قانون اور توہینِ رسالت کی سزا یہ مغرب کو ہضم نہیں ہو رہی ہے۔ یہ سزا معاف کرنا بھی توہین رسالت ہے۔ جو بے غیرت عدالت اپنی معمولی بات پر توہین عدالت، توہین عدالت کی رٹ لگاتی ہے، کہ ہماری توہین ہوگئی۔ اپنی توہین کا ان کو بڑا فکر ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو بلاتے ہیں اور ذلیل کرواتے ہیں کہ تم نے عدالت کی توہین کی ہے۔ (گویا) توہین رسالت ان کے نزدیک کوئی بڑا جرم نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں ان ججوں نے آئین سے غداری کی ہے۔ آئین کی خلاف ورزی کی ہے اور ان ججوں نے رسالت کی توہین کر کے آئین سے بغاوت کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ توہین رسالت کرنے والے ان ججوں کو نہ صرف یہ کہ معطل کیا جائے بلکہ وہ آئین کی جو دفعہ ہے توہین رسالت کی جس کی سزا قتل ہے وہ سزا ان ججوں پر نافذ کی جائے۔ جب تک ان ججوں کو توہین رسالت کی سزا نہ ہو، یہ بد بخت انسان تھا۔ ثاقب نثار نے بڑا نام کمایا تھا۔ اور بڑے سخت اقدامات کر رہا تھا۔ بڑے بڑے ظالموں کے خلاف بڑے بڑے چوروں کو پکڑ رہا تھا۔ وزراء کو پکڑ رہا تھا تو ہم نے کہا کہ یہ تو اللہ نے گویا فرشتہ بھیجا ہے۔ لیکن وہ فرشتہ شیطان نکلا، وہ ابلیس کا بچہ نکلا، اس خبیث نے اپنی ساری نیک نامی پر پانی پھروایا، اور اپنی ساری نیک نامی کو بہا کر لے گیا، میں عمران خان سے پچھلے دنوں ملا، ملاقات میں پہلی بات ایجنڈے پر میں نے یہی رکھی تھی کہ یہ بات چل رہی ہے آسیہ کو چھوڑنے کی تو آسیہ کو چھوڑنے کا مسئلہ کیا ہے؟ وہ پریشان سا تھا کہ...... یعنی خاص وضاحت نہیں کر رہا تھا گومگو میں تھا۔ میں نے کہا کہ اگر اس طرح کرو گے تو تمہاری حکومت اللہ چھین لے گا، کیوں کہ میں نے نواز شریف، نواز شریف نے راتوں رات ممتاز قادری کو پھانسی پر لٹکایا حالانکہ پورا ہندوستان اور پاکستان جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ خبیث آدمی ہزار مرزائیوں سے زیادہ خطرناک تھا۔ ہم بدقسمت ملک کے باسی ہیں جو بھی آتا ہے ہم پچھلوں کو دعا دیتے ہیں تو اس شخص کو کوئی پرواہ نہیں تھی ہمیں امریکہ کی غلامی میں اتنا پھنسا دیا کہ ممتاز قادری کو راتوں رات پھانسی پر لٹکا دیا۔ میں نے عمران خان کو یہ نواز شریف کا سارا قصہ بیان کیا ہے کہ دیکھو اب جو بھی ہو ڈٹ جاؤ۔ دباؤ میں مت آؤ۔ اب ان ججوں کا ہمارے اوپر ایک عذاب آیا ہے۔ تو ان کو سزا دی جائے۔ میں کہتا ہوں کہ عمران خان ڈٹ جائے اور ان ججوں کو معزول کر دے یا یہ فیصلہ واپس دلوائے۔ اگر یہ ایسا نہیں کرتا تو میرا یقین ہے کہ اس کی ذلت کے دن آگئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل وخوار کر کے نکالے گا۔ آج پارلیمنٹ میں حکومت اور اپوزیشن سب اس مسئلہ پر خاموش ہیں، جو ملک رسالت مآب ﷺ اور آپ پر غیرت نہ

کرے تو اس کا کیا مقام ہوگا؟ میڈیا بھی اپنا فرض نہیں ادا کر رہا۔ سارا ملک اٹھنا چاہیے۔ یہ ناموسِ رسول اور عشقِ رسول ﷺ کے لیے لڑنا ان شاء اللہ دیوبندیوں کی حمیت ہے۔ اس کے لیے علماء دیوبند سب سے آگے ہوں گے۔ اور ہم اس تحریک کو آخر تک پہنچائیں گے اور جب تک ظالموں کو اور ان ججوں کو سزا نہ دی جائے تو اس وقت تک ہم آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کا حامی ہو۔"

محترم قارئین! حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے شہادت سے ایک دن قبل جن الفاظ سے اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا تھا وہ ہم نے من وعن نقل کر دیا ہے۔ اگر چہ حضرت شہید رحمہ اللہ کے بعض الفاظ انتہائی تلخ ہیں جن سے اتفاق رائے ممکن نہیں لیکن ان کے بیانیہ کی اہمیت اور ان کا درد دل مسلّمہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا حضرت مولانا کی دردناک شہادت کے محرکات میں مذکورہ بالا احتجاج اور اس کے مندرجات بھی شامل ہیں......؟

حضرت شہید علیہ الرحمۃ نے ایک فعال اور مثالی زندگی گزاری۔ پورے وقار سے جئے اور کمالِ شان سے شہادت کی خلعت پہنے رخصت ہوئے۔ انسانیت کے بڑے ہجوم نے نمازِ جنازہ پڑھا اور اپنے عظیم والد محدث کبیر حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوگئے۔

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

یاد پڑتا ہے کہ قریباً ایک سال قبل امیر مرکزیہ حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر کی معیت میں اکوڑہ خٹک حاضری ہوئی تھی۔ حضرت مرحوم نے جامعہ کے مختلف شعبہ جات اور ترقیاتی کاموں کا معائنہ کرواتے ہوئے دارالحدیث سے متصل ایک جگہ رکتے ہوئے فرمایا تھا:

یہ وہ جگہ ہے جہاں سکھوں سے لڑتے ہوئے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کے جانبازوں کا خون گرا تھا......

آہ! آج اسی مٹی میں مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ زخموں سے چور چور قبائے شہادت پہنے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگئے ہیں۔

قبائے نور سے سج کر، لہو سے باوضو ہو کر
وہ پہنچے بارگاہِ حق میں کتنے سرخرو ہو کر

تحریک خدامِ اہل سنت کا وفد امیر مرکزیہ مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر کی قیادت میں شہادت

کے تیسرے روز تعزیت کے لیے اکوڑہ خٹک حاضر ہوا۔ لواحقین سے اظہارِ ہمدردی کی اور وہاں موجود میڈیا کے توسط سے ارباب اقتدار سے مطالبہ کیا کہ حضرت مولانا کے قاتلوں اور ان کے پیچھے چھپے کرداروں کو بے نقاب کرے اور قرار واقعی سزا دے۔ جبکہ راولپنڈی کے پولیس کلب میں قائد اہل سنت سیمینار کے موقع پر حسب ذیل قرارداد بھی پیش کی گئی:

یہ اجتماع قائد جمعیت، فخر امت، مجاہد اسلام حضرت مولانا سمیع الحقؒ حقانی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مظلومانہ شہادت پر گہرے رنج اور دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ان کے بعد پیدا ہونے والے خلاء کو پوری امت کا مشترکہ نقصان سمجھتا ہے۔

لواحقین اور جملہ متعلقین سے اظہارِ تعزیت مسنونہ کرتے ہوئے ارباب حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے قاتلوں اور ان کے پیچھے چھپے کرداروں کو جلد از جلد بے نقاب کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔

(۵)......داعی الی اللہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ بھی رخصت ہو گئے......

۱۷ر نومبر ۲۰۱۸ء کی صبح پورے عالمِ اسلام میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ تبلیغی جماعت کے امیر داعی الی اللہ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۲ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ رائے ونڈ مرکز کی بنیاد، فعالیت اور پاکستان سمیت دنیا بھر میں تبلیغی قافلوں کی نقل وحرکت کا سہرا حضرت حاجی صاحب کے سر ہے۔ مزاج میں شفقت غالب تھی اور امت کی اصلاح کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ تبلیغی اصولوں پر سختی سے کاربند رہتے اور اسی کی تلقین کرتے تھے۔ جس کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ نے کبھی قرآن پاک کی آیت مبارکہ کی تلاوت کے بعد اس سے استدلال کیا اور نہ کوئی حدیث مبارکہ بطور دلیل پیش کی اور نہ کبھی کوئی مسئلہ بیان کیا بلکہ ہمیشہ مفہوم بیان کرتے اور تفصیلات کے لیے علماء سے رجوع کی ترغیب دیتے۔ آرام اور ذاتی تقاضے نام کی کوئی چیز آپ کی زندگی میں نہ تھی بلکہ سخن دلنواز اور جاں پرسوز پر پورا اترنے والے اس زمانے میں کامل میر کارواں تھے۔ غالباً ۲۰۱۱ء میں راقم چالیس روز کے لیے جماعت کے ساتھ تبلیغی سفر میں تھا، اس دوران رائے ونڈ مرکز میں حضرت حاجی صاحب کی خلوت گاہ

میں تنہائی میں ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔ بہت قیمتی نصائح فرمائیں اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی دینی خدمات کو سراہا اور آپ کے روحانی مقام پر بات فرمائی اور انتہائی فکرمندی سے پوچھا کہ آپ کے روحانی سلسلہ کا کیا بنا؟

اس ملاقات کے مختلف انواع کے اثرات اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی ان دعاؤں کے ثمرات راقم آج تک محسوس کرتا ہے۔ عقیدت گہری ہوئی اور بڑھتی ہی چلی گئی۔

راقم نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے حاضر ہوا۔ تبلیغی مرکز میں خلقِ خدا کا ہجوم تھا اور فضاء سوگوار تاہم تبلیغی معمولات بدستور جاری تھے۔ تعلیم ہو رہی تھی۔ واپسی والوں کی بات، کارگزاری اور شعبہ تشکیل کا عملہ بھی بدستور مصروفِ عمل تھا۔ یہ چیز تسلی کا سامان بھی ہے اور سیکھنے والوں کے لیے اس میں راہنمائی کے بیسیوں پہلو بھی۔ نمازِ جنازہ کے لیے اجتماع گاہ والی جگہ منتخب کی گئی۔ جو اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ پڑ گئی اور انسانیت کا بے کراں سمندر اکٹھا ہو گیا۔ نمازِ جنازہ حضرت مولانا نذر الرحمٰن صاحب مدظلہ نے پڑھائی اور وہی آپ کے جانشین ٹھہرے۔ بیانات ہوئے اور ایک دوسرے سے تعزیت کا سلسلہ بھی۔ سب سے قابلِ توجہ چیز مگر حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی وصیت تھی جو مجمعِ عام میں آپ کے دیرینہ خادم مولانا محمد فہیم صاحب مدظلہ نے پڑھ کر سنائی:

"مجھ سے تعلق اور محبت رکھنے والے تمام احباب کو میری یہ وصیت ہے کہ اپنی سوچ و فکر اور استعداد و صلاحیت کو دین کی اس محنت کی سرسبزی اور شادابی کے لیے صرف کریں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ آپ سب کو اپنا تعلق اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب فرمائے اور کما حقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی جہد میں لگنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین"

اللہ تعالیٰ حضرت حاجی صاحب کے درجات بلند فرمائے، اور ہم سب کو ان کی زندگی بھر کی پاکیزہ فکر کا امین بنا کر دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔ آمین

حضور علیہ السلام نے فرمایا: مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور قتل کرنا کفر ہے (احمد)

حضور علیہ السلام نے فرمایا: موسم سرما میں روزہ عبادت گاروں کیلئے غنیمت ہے (دیلمی)

حضور علیہ السلام نے فرمایا: انسان جو حکمت کا کلمہ سنتا ہے وہ ایک سال کی عبادت سے افضل ہے (دیلمی)

حضور علیہ السلام نے فرمایا: مومن وہ ہے جسے لوگ اپنے مال و خون (و عزت وغیرہ) پر امین سمجھیں (ترمذی)

گوشہ خواتین

مختلف صحابیات رضی اللہ عنہن

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب ڈیروی

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلی خاتون ہیں، جو اسلام میں عورتوں میں سب سے پہلے شہید ہوئیں۔

حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا وہ واحد خوش نصیب صحابیہ ہیں۔ جنہیں حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ میری والدہ کے بعد میری ماں ہیں۔ (سیرت کوئز)

اُم حکیم بیضاء رضی اللہ عنہا وہ واحد حضور ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ جو آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی جڑواں بہن تھیں۔ (سیرت کوئز)

حضرت اُمیمہ رضی اللہ عنہا وہ واحد حضور ﷺ کی پھوپھی ہیں، جو آپ کی خوشدامن (یعنی ساس) بھی تھیں۔ اُن کی بیٹی حضرت زینب جحش حضور ﷺ کی بیوی تھیں۔ (سیرت کوئز)

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا وہ واحد خوش نصیب عورت ہیں۔ جن کے ہاتھوں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ (یعنی یہ حضور ﷺ کی دائی تھیں) عبدالرحمٰن عوف کی والدہ تھیں۔

حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا وہ واحد عورت ہیں جنہوں نے سب سے پہلے آپ کے چچا ابولہب کو حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تھی۔ اس کے صلہ میں ابولہب نے اُن کو آزاد کر دیا تھا۔ بعد میں یہ حضور ﷺ کی رضائی ماں بھی بنیں۔ (سیرت کوئز)

حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا وہ واحد خوش نصیب صحابیہ ہیں۔ جو حضور ﷺ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کی رضائی ماں ہیں۔ اس نے ان سب حضرات کو دودھ پلایا تھا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا وہ واحد صحابیہ ہیں جن کا ایک ہاتھ جنگ یمامہ میں شہید ہو گیا تھا۔ (سیرت کوئز)

اُم معبد رضی اللہ عنہا وہ واحد صحابیہ ہیں، کہ مدینہ کی طرف سفر کرتے ہوئے راستے میں حضور ﷺ نے

جن کے خیمے سے بکری کا تازہ دودھ حاصل کیا تھا۔ (سیرت کوئز)

حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا وہ واحد صحابیہ ہیں، کہ غزوۂ اُحد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن قمیہ کافر نے حملہ کیا تھا۔ تو انہوں نے بڑی بہادری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا اور گہرا زخم کھایا تھا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ محترم پھوپھی ہیں، جنہوں نے غزوۂ خندق کے موقع پر قلعے میں جہاں عورتیں اور بچے مقیم تھے۔ آنے والے یہودی کو کمال بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے قتل کر دیا تھا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ محترم پھوپھی ہیں، جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے مال غنیمت میں سے اُن کی کمال بہادری کی وجہ سے مردوں کے برابر حصہ دیا تھا۔

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا وہ واحد مسلمان خاتون ہیں، جنہیں صلح حدیبیہ کے معاہدہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کے اصرار کے باوجود واپس نہیں کیا تھا۔

حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا وہ واحد صحابیہ ہیں، جو غزوۂ حنین میں اس حال میں شریک تھیں کہ گود میں بچہ تھا جسے کمر سے باندھ لیا تھا اور چادر سے کمر کسی ہوئی تھی اور ہاتھوں میں خنجر تھا۔

حضرت شیماء رضی اللہ عنہا وہ واحد صحابیہ ہیں، جو حضرت حلیمہ سعدیہ کی بیٹی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن تھیں، جب یہ غزوۂ حنین کے گرفتار قیدیوں میں آئیں۔ اس کی باتیں سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بچپن یاد آ گیا آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا وہ واحد صحابیہ ہیں، جن کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج کا ذکر سب سے پہلے کیا۔ (سیرت النبی کوئز)

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا وہ واحد صحابیہ ہین کہ جن کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ معراج کے وقت محو استراحت تھے۔ (سیرت النبی کوئز)

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

افاضات: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے روح پرور واقعات

انتخاب..... حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب

دینی امور میں صحابہ کو رائے قائم کرنے کی اجازت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بارے میں حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کی سفارش فرمائی اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ یہ حکم ہے یا سفارش؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفارش...... بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تو مجھ کو منظور نہیں اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار نہیں ہوا ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے انکار پر ذرا بھی متغیر نہیں ہوئے۔ (مقالات حکمت، ص ۲۱۶)

نوٹ: اس سے چند مسائل نکلتے ہیں:

۱۔ سفارش وہ ہے کہ اگر مخاطب قبول نہ کرے تو سفارش کرنے والے کو ذرا ناگواری نہ ہو۔

۲۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کیسی آزادی عطا فرما رکھی تھی کہ جب تک اپنی رائے نہیں بدلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کو قبول نہیں کیا۔

۳۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی سفارش قبول نہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب بریرہ رضی اللہ عنہا پر قبول سفارش واجب نہیں تو حق تعالیٰ پر کیونکر شفاعت کرنا واجب ہوگا باقی قیامت کے روز تو چونکہ اذن ہو جائے گا اور قبولیت کا وعدہ ہوگا اس لیے قبول ہو جائے گی یہ ہے سفارش کی حقیقت۔ (ایضاً)

توحید کا نور رکھنے والے کبھی مشرکین سے مرعوب نہیں ہوتے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، ہامان ارمنی کی مجلس میں تشریف لے گئے وہاں حریر کا فرش بچھا ہوا تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو ہٹایا ہامان نے کہا اے خالد میں نے تمہاری عزت کی تھی لیکن تم نے اس کو قبول نہیں کیا آپ نے فرمایا اے ہامان تیرے فرش سے خدا کا فرش اچھا ہے ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ (وعظ النور، ص ۴۶)

اب غور کیجیے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ صرف سو آدمیوں کے ساتھ ہیں اور ہامان ارمنی کے دس لاکھ

فوج ہے لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کیا گفتگو کرتے ہیں۔ ہامان ارمنی نے کہا کہ اے خالد رضی اللہ عنہ میرا جی چاہتا ہے کہ تم کو بھائی بنالوں آپ نے فرمایا بہتر ہے کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہامان ارمنی نے کہا یہ تو نہیں ہوسکتا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ہامان تم مسلمان ہو جاؤ ورنہ وہ دن قریب نظر آرہا ہے کہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس طرح حاضر کیا جائے گا کہ تیرے گلے میں رسی ہوگی اور تجھ کو ایک شخص گھسیٹتا ہوگا اس پر ہامان آگ بگولا ہوگیا اور غضبناک ہوکر کہنے لگا پکڑو ان لوگوں کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ فوراً کھڑے ہوگئے اور ہمراہیوں سے خطاب کرکے فرمایا خبردار ایک دوسرے کو مت دیکھنا کہ اب ان شاء اللہ حوض کوثر پر ملاقات ہوگی اور فوراً میان سے تلوار کھینچ لی یہ ہیئت دیکھ کر ہامان مرعوب ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں تو ہنسی کرتا تھا جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ درست ہوکر بیٹھے۔

یہ ہے اولوالعزمی نہ یہ کہ غایت کبر ونخوت وتنفرعن المساکین کہ جنگل میں جا بسے کہ نہ مسلمان ان کو دیکھ سکیں نہ یہ مسلمان کو دیکھ سکیں نیز جس کا نام آج اولوالعزمی رکھا گیا ہے وہ ہے جس کی بابت قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

یہ ہے اولوالعزمی نہ یہ کہ غایت کبر ونخوت وتنفرعن المساکین کہ جنگل میں جا بسے کہ نہ مسلمان ان کو دیکھ سکیں نہ یہ مسلمان کو دیکھ سکیں، نیز جس کا نام آج اولوالعزمی رکھا گیا ہے وہ وہ ہے جس کی بابت قرآن شریف میں ارشاد ہے:

﴿ لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا ﴾ (پ ۲۰، القصص)

تو اولوالعزمی صحابہ رضی اللہ عنہم نے کرکے دکھلائی ہے اور وہ توحید سے ہوتی ہے۔ (امثال عبرت، ص ۱۱۲)

رضا بالقضاء اور مصائب پر صبر کی حیرت انگیز مثال

انا للہ وانا الیہ راجعون کے معنوں کو حصول صبر میں بہت بڑا دخل ہے اور یہی وہ مضمون ہے جس کی وجہ سے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا صحابیہ نے کامل صبر فرمایا اور اپنے خاوند کو بھی صابر بنایا ان کا قصہ حدیث میں اس طرح ہے کہ ان کا ایک بچہ بیمار تھا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ باہر سے آکر اس کا حال دریافت کرتے ہیں اور شام کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان پر ظاہر نہیں کیا کہ بچہ کا انتقال ہوگیا ہے تاکہ سن کر پریشان نہ ہوں اور پریشانی میں کھانا نہ کھاسکیں بلکہ جب انہوں نے دریافت کیا کہ بچہ کیسا ہے (اب یہ وقت بڑے امتحان کا تھا اگر سچ بولیں تو وہ مصلحت فوت ہوجاتی ہے اور جھوٹ میں شرعاً گناہ ...... حقیقت میں بڑے کشمکش کا وقت تھا لیکن دین فہم کو تیز کردیتا ہے

چنانچہ منجانب اللہ ان کو ایک جواب القاء ہوا (امثال عبرت ص ۱۰۶، غض البصر ص) انہوں نے جواب دیا کہ اب تو سکون ہے (یہ جھوٹ نہ تھا موت سے بھی بڑھ کر کیا سکون ہوگا جس کے بعد حرکت کی امید ہی نہیں ہے) یہ سن کر انہوں نے کھانا کھایا اور رات کو اہلیہ کی طرف میلان بھی ہوا اہلیہ نے بے انتہا صبر کیا کہ اس سے بھی انکار نہ کیا جب صبح ہوئی تو کہا کہ میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتی ہوں بھلا اگر کسی نے ہم کو کوئی چیز بطور امانت کے دی ہو پھر بعد میں وہ اپنی امانت کو واپس لینا چاہے تو کیا کرنا چاہیے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہی چاہیے کہ مالک جب اس کو واپس لینا چاہے تو بڑی خوشی کے ساتھ واپس کر دیا جائے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا تو اپنے بچہ پر صبر کرو اور خوشی کے ساتھ اس کے دفن کا سامان کرو کیونکہ خدا نے اپنی امانت لے لی ہے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بڑے جھلائے کہ تم نے رات ہی کیوں نہ خبر کی؟ کہا کیا ہوتا رات کو دفن کرنے میں پریشانی ہوتی، کھانا بھی نہ کھاتے، اس لیے رات خبر نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ گئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ام سلیم رضی اللہ عنہا کا فعل بہت پسند آیا اور میں امید کرتا ہوں کہ آج رات تم دونوں کو خدا نے مبارک اولاد عطا فرمائی ہے (چنانچہ عبداللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو بڑے عالم بڑے سخی اور صاحب اموال و اولاد تھے) تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے سچ فرمایا کہ یہ اولاد اللہ کی امانت ہے اس کو جب وہ لینا چاہیں خوش ہو کر خدا کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ (اجر النبیل علی صبر الجلیل، ص ۱۰۵)

تکلیف کے ہوتے ہوئے مسلمان بھائی کو اپنے اوپر ترجیح دینا

صحابہ کا قصہ کتاب میں آتا ہے کہ ایک غزوے میں بہت سے آدمی شہید ہو گئے کئی آدمی نزاع کی حالت میں تھے موت کے وقت پیاس کا غلبہ ہوتا ہے ایک شخص نے آواز دی کہ کوئی میرے حلق میں ذرا سا پانی ڈال دے تو بڑا کام کرے اک بندہ خدا پیالہ میں پانی لے کر پہنچے اور پلانا ہی چاہتے تھے کہ اتنے میں ایک طرف سے آواز آئی کہ ذرا سا پانی کوئی پلا دے انہوں نے پڑے پڑے ہی کہا کہ جاؤ پہلے ان کو پلاؤ پھر مجھے پلانا یہ شخص پیالہ لے کر ان کے پاس پہنچے ابھی پلانا ہی چاہتے تھے کہ اسی رخ کے ایک اور آواز آئی غرض موقع قتل میں چھ سات جگہ اسی طرح پانی لیے پھرے اور سب یہی کہتے رہے اخیر میں جن کے پاس پہنچے ان کو پلانے کی نوبت نہ آئی تھی کہ دم آخر ہو گیا یہ لوٹے اور پہلوں کے پاس پانی لائے جس کو دیکھا دم آخر ہو گیا تھا...... ایثار اسی کو کہتے ہیں۔ (اشرف المواعظ، ص ۹۳، تسہیل المواعظ، ص ۶۵ ج ۱)

صحابہ کرام کی قربانی وایثار کی ایک اور جھلک

قرآن کریم میں ہے ﴿ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ﴾ اس میں حق تعالیٰ نے بعض صحابہ (یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ) کی مدح فرمائی ہے کہ اپنے نفسوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود بھوکے رہیں۔

ان کا قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک بار یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کو اپنے گھر لے گئے تھے اور انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں ان سے کوئی چیز بچانا نہیں انہوں نے کہا ہمارے گھر تو آج اتنا ہی کھانا ہے جو صرف بچوں کو کافی ہوسکتا ہے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تم اپنے بچوں کو تو بھلا پھسلا کر سلا دینا اور ہم دونوں بھی کھائیں گے نہیں جو کھانا تیار ہے سب مہمانوں کے سامنے رکھ دینا مگر وہ مہمان ایسے ہیں کہ بدوں ہمارے کچھ کھائیں گے نہیں تو تم وہ کام کرنا کہ جس وقت مہمان گھر میں آئیں اسی وقت چراغ گل کر دینا پھر میں کہہ دوں گا کہ چراغ گل ہوگیا ہے اور روشن کرنے کا سامان اس وقت دشوار ہے اس لیے اندھیرے میں ہی کھانا کھا لیجیے ہم بھی ان کے ساتھ دکھانے کو ساتھ بیٹھ جائیں گے اور منہ چلاتے رہیں گے تاکہ وہ سمجھیں کہ یہ بھی کھا رہے ہیں چنانچہ ایسا ہی کیا کہ دونوں میاں بیوی خود بھوکے رہے اور مہمانوں کو کھلا دیا...... یہ ہے ایثار جس پر حق تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے۔ (وعظ، خیر الارشاد، ص ۴۴)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اس پر اشکال ہوتا ہے کہ ان صحابہ نے مہمانوں کو اپنے نفس پر اور اپنے بچوں پر جو مقدم کیا تو یہ جائز کہاں تھا کیونکہ اپنے نفس کے بھی تو کچھ حقوق ہیں ان لنفسک علیك حقا تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔

الجواب: اس کا جواب علماء ظاہر نے بہت اچھا دیا ہے کہ ان کو اس وقت اس درجے کی بھوک نہ تھی جیسی مہمانوں کو تھی۔ (اس لیے خود کچھ نہ کھایا دوسروں کو کھلا دیا)

اب اس پر یہ شبہ رہا کہ پھر بچوں پر مہمانوں کو کیسے مقدم کیا ان کی تو اجازت بھی معتبر نہ تھی؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بچوں کو بھی بھوک نہ تھی وہ تمہارے بچوں کی طرح نہ تھے جن کا پیٹ بھرتا ہی نہیں اور اس بات کو ماں باپ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت بچہ کو بھوک ہے یا محض کھانا

دیکھا کہ حرص کرنے لگا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو قرائن سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ بچوں کو بھوک نہیں ہے وقت پر اچھی طرح کھا چکے ہیں اور رات کو نہ کھانے سے انہیں کلفت نہ ہوگی اس لیے بھلا پھسلا کر سلا دیا۔

یہ سوال کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ حضرت ابوطلحہ کے نزدیک بچے بھوکے نہ تھے محض حرص ہی کا درجہ باقی تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ معقول پڑھ کر آؤ تو معلوم ہوگا کہ دلیل مستدل کے ذمہ ہے یا مانع کے؟ ظاہر ہے کہ مانع کے ذمہ دلیل نہیں بلکہ منع کے لیے ابداء...... احتمال کافی ہے اب مستدل کا فرض یہ ہے کہ اگر اس کو یہ احتمال تسلیم نہ ہو تو دلیل سے اس کو باطل کردے۔ (خیر الارشاد، ص ۴۶)

استاذنا المحترم حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ اس پر فرماتے ہیں کہ

ممکن ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد یہ ہو کہ مہمان کا حق اپنے حق سے مقدم ہے اور ان کی نظر اس قرآن کی آیت پر ہو ﴿ ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ﴾ رہا بیوی کا حق تو اس سے مشورہ گویا اس کی اجازت تھی رہے بچے تو وہ اپنے تھے اور یہ مہمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے ممکن ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ﴿ النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم ﴾ کی روشنی میں اس ضرورت کو تعلق بالرسالت کی روشنی میں دیکھ رہے ہوں۔ (ڈائری)

تعلق باللہ اور نماز کا مقام توحید

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں ان کے پاس ایک باغ تھا نہایت سرسبز اور شاداب تھا اور ایسا گنجان کہ ایک روز پرندہ نے چاہا کہ نکل جاؤں مگر جدھر جاتا تھا شاخیں حائل ہوتی تھیں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے یہ قصہ دیکھ کر خیال آگیا کہ اب تو میرا باغ خوب پرورش پاگیا ہے اور اس خیال سے خوش ہوئے سلام پھیرنے کے بعد فوراً ہی خیال آیا کہ اللہ اکبر اس باغ کی وجہ سے میں تھوڑی دیر حق تعالیٰ کی یاد سے غافل رہا فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ باغ میرے لیے فتنہ بن گیا ہے میں اس کو رکھنا نہیں چاہتا اللہ کے واسطے پیش کرتا ہوں آپ کو اختیار ہے کہ آپ جہاں چاہیں صرف فرمادیں بس ان کو اس امر کا قلق ہوا کہ میرا دل خدا تعالیٰ سے دوسری طرف کیوں ہوا اس کو غیرت کہتے ہیں۔ (الضحایا، ص ۱۱)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آخر اس کو وقف کردیا جب دل کو اطمینان ہوا ان حضرات کی شان یہ تھی ﴿اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذاھم مبصرون ﴾ کہ اگر شیطان کے وسوسہ

سے کسی ضعیف درجہ میں بھی ان کے قلب کو میلان الی الدنیا ہو جاتا وہ فوراً متنبہ ہوتے ہیں اور ایسا قلق ہوتا ہے کہ گویا ہفت اقلیم کی سلطنت ان کے قبضہ سے نکل گئی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت نکل جانے سے بھی اتنا صدمہ نہیں ہوتا جو ان حضرات کے قلب پر اس میلان سے ہوتا ہے۔ (اکمال الصوم والعید، ص ۱۲، امثال عبرت، ص ۱۲)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں

ایک مرتبہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے لڑائی میں اپنے ہاتھوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سپر بنایا تھا کفار کے جتنے تیر آتے وہ سب کو اپنے ہاتھ پر روکتے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی تیر نہ لگنے پاوے یہ عشق نہ تھا تو کیا تھا؟ (الرفع والوضع، ص ۱۹)

دنیا کی حقیقت اللہ والوں کی نظر میں

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا تو آپ روتے تھے لوگوں نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کا افسوس ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں پلہ داری کرتے تھے اور آج اس قدر مال و دولت جمع ہے کہ سوائے مٹی میں دفن کرنے کے اور کہیں رکھنے کی جگہ نہیں۔

حضرات اگر وہ اصلی ترقی آپ کو نصیب ہو جائے تو خدا کی قسم اس ظاہری نمود کو آپ بالکل ہیچ سمجھنے لگیں آپ کو معلوم ہوا کہ ان کے دل میں دنیا کی کیا قدر تھی ...... کچھ بھی نہ تھی۔ (وعظ، فضائل العلم والخشیۃ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خوف الٰہی

حدیث شریف میں ایک قصہ وارد ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے چند غلام ہیں وہ مجھ کو ستاتے ہیں نافرمانی کرتے ہیں اور میں ان کو مارتا ہوں کوٹتا ہوں قیامت میں میرا اور ان کا کیا معاملہ ہوگا فرمایا کہ ان کی خطائیں ایک پلہ میں رکھی جائیں گی اور تیری مارکوٹ دوسرے پلہ میں رکھی جائے گی اگر ان کی خطائیں زیادہ ہوئیں تو ان کی نیکیاں تجھ کو ملیں گی اور اگر مارکوٹ زیادہ ہوئی تو تمہاری نیکیاں ان کو دلائی جائیں گی اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سب کو آزاد کر دیا اس لیے کہ مجھ سے ایسا عدل نہ ہو سکے گا یہ ان صحابی کا خوف الٰہی تھا...... (وعظ الظلم ...... امثال عبرت، ص ۴۲)

ندامت کی چار قسمیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ندامت چار طرح کی ہوتی ہے۔

۱۔ جب کھانا کھائے بغیر مہمان گھر سے چلا جائے تو وہ پورا دن ندامت و شرمندگی ہے۔

۲۔ زرخیزی کے دنوں میں فصل نہ بوئی جائے تو پورا سال ندامت و افسوس کا ہے۔

۳۔ شوہر اور بیوی ایک دوسرے سے راضی نہ ہوں تو زندگی بھر کی ندامت ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ بندے سے راضی اور خوش نہ ہو تو دنیا اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کی ندامت اور رسوائی ہے۔

ہر گناہ کے پیچھے دس برائیاں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دھوکہ میں نہ ڈال دے" من جاء بالحسنة فله عشرا مثالها" کیونکہ ہر گناہ کے پیچھے دس برائیاں ہوتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کو غصہ دلانا اور وہ اپنے غصہ کے استعمال پر قادر ہے۔

۲۔ ابلیس کو خوش کرنا　　۳۔ جنت سے دور

۴۔ جہنم سے قریب　　۵۔ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا

۶۔ اپنے باطن کو نجس کرنا　　۷۔ فرشتوں کو اذیت دیتا ہے

۸۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو روضہ اقدس میں غمگین کرتا ہے

۹۔ زمین و آسمان اور مخلوقات کو گواہ بناتا ہے

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے　　(علامہ ابن قیم جوزی بحر الدموع)

معرفت کی بات

اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک چیز نہیں ہے اور جس دربار میں جو چیز نہ ہو اس کی بڑی قدر ہوتی ہے وہ چیز بندوں کی گریہ وزاری ہے اور ان کی ندامت و خواری ہے۔ (حضرت نانوتوی رحمہ اللہ)

ماہنامہ حق چاریار لاہور

رجسٹرڈ نمبر CPL26